بسم اللہ الرحمن الرحیم رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

انہ اوی القریۃ

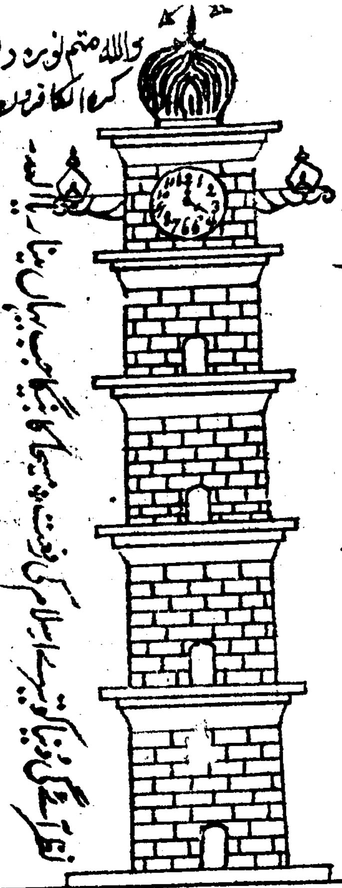
الحکم

قادیان دار الامان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی۔

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر احمدی

نمبر ۳۷ | مورخہ ۱۰۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۰ روز شنبہ | جلد ۶



کلماتِ طیبات حضرت امام الزمان مرسل الرحمن

حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام میں

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اسوقت وہ لوہا آگ ہی کی ہمشکل ہوجاتا ہے اسیطرح پر جب ایک راستباز بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور وفاداری کے اعلیٰ درجہ پر پہنچکر فنافی اللہ ہوجاتا ہے اور کمال درجکی بیستی ظہور پاتی ہے اوسوقت وہ ایک نمونہ خدا کا ہوتا ہے اور حقیقی طور پر وہ اُسوقت کہلاتا ہے۔

انت منی

یہ خداتعالیٰ کا فضل ہے جو دعا سے ملتا ہے یاد رکھو دعا جیسی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے مومن کا کام ہے کہ ہمیشہ دعا میں لگا رہے اور اس استقلال اور صبر کے ساتھ دعا کرے کہ اوس کو کمال کے درجہ پر پہنچا دے۔ اپنی طرف سے کوئی کمی اور دقیقہ فروگذاشت نہ کرے اور اسباب کی بھی پرواہ نہ کرے کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا بلکہ

گر نباشد بدوست رہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

جب انسان اس حد تک دعا کو پہنچاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس دعا کا جواب دیتا ہے۔ جیسا کہ اوس نے وعدہ فرمایا ہے ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھے پکارو میں تمہیں جواب دونگا۔ تمہارے دعا قبول کرونگا حقیقت میں دعا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ جبتک انسان پورے صدق و وفا کے ساتھ اور صبر اور استقلال سے دعا میں لگا نہ رہے تو کچھ فایدہ نہیں ہوتا۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں جو دعا کرتے ہیں۔ مگر بڑی بیدلی اور عجلت سے چاہتے ہیں کہ ایک ہی دن میں اونکی دعا مثمر بہ ثمرات ہوجاوے حالانکہ یہہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے اس نے ہر کام کے لئے اوقات مقرر فرمائے ہیں اور جسقدر کام دنیا میں ہورہے ہیں وہ تدریجی ہیں اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک طرفۃ العین میں جو چاہے سو کردے اور ایک کن سے سب کچھ ہوجاتا ہے مگر دنیا میں اوس نے اپنا یہی قانون رکھا ہے۔ اس لئے دعا کرتے وقت آدمی کو اوس کے نتیجہ کے ظاہر ہونے کے لئے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ یہ بھی یاد رکھو دعا اپنی زبان میں بھی کرسکتے ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ مسنون ادعیہ کے بعد اپنی زبان میں آدمی دعا کرے کیونکہ اس زبان میں وہ پورے طور پر اپنے خیالات اور حالات کا اظہار کرسکتا ہے اس زبان پر وہ قادر ہے دعا نماز کا مغز اور روح ہے اور رسمی نماز جبتک اس میں روح نہو کچھ نہیں اور روح کے پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ گریہ و بکا اور خشوع و خضوع ہو اور یہ اوسوقت پیدا ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی حالت کو بخوبی بیان کرے اور ایک اضطراب اور قلق اوس کے دل میں ہو۔ اور یہ بات اوسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک اپنی زبان میں انسان اپنے مطالب کو پیش نہ کرے۔ غرض دعا کے ساتھ صدق اور وفا کو طلب کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت میں وفاداری کیساتھ فنا ہوکر کامل نیستی کی صورت اختیار کرے اس نیستی سے ایک ہستی پیدا ہوتی ہے۔ جس میں وہ اس بات کا حقدار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کہے کہ انت منی۔

اصل حقیقت انت منی کی تو یہ ہے اور عام طور پر ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ہے۔ اب اس کے بعد ایک اور حصہ اس الہام کا ہے جو

وانا منک

ہے۔ پس اوس کی حقیقت سمجھنے کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسا انسان جو نیستی کے کامل درجہ پر پہنچکر ایک نئی زندگی اور حیات طیبہ حاصل کرچکا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کرکے فرمایا ہے انت منی جو اوس کے قرب اور معرفت الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہ انسان خداتعالیٰ کی توحید اور اس کی عزت و عظمت اور جلال کے ظہور کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک جیتی اور زندہ ثبوت ہوتا ہے اس رنگ سے اور اس لحاظ سے گویا خداتعالیٰ کا ظہور اس میں ہوکر ہوتا ہے۔ اور خداتعالیٰ کے ظہور کا ایک آئینہ ہوتا ہے اس حالت میں جب انکا وجود خدانما آئینہ ہو اللہ تعالیٰ

اون کے لئے یہ کہتا ہے وانا منک۔
ایسا انسان جسکو انا منک کی آواز آتی ہے اسوقت دُنیا میں آتا ہے جب... خدا پرستی کا نام ونشان مٹ گیا ہوتا ہے۔ اسوقت بھی چونکہ دُنیا میں فسق وفجور بہت بڑھ گیا ہے اور خدا شناسی اور خدا رسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سیسلہ کو قایم کیا ہے۔ اور **محض اپنے فضل وکرم سے اُس نے مجکو مبعوث کیا ہے۔ تا میں اون لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بے خبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں۔** اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا انت منی وانا منک

اعتراض کرنے کو کیا ہے جب طبیعت میں فساد اور ناپاکی ہو تو وہ نیکی کی طرف کب آتا پسند کرتی ہے بلکہ خلاف طبع سمجھکر اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ میرے اس الہام کی سچائی کا ثبوت اس پر اعتراض ہی ہیں اگر خدا تعالیٰ کا انکار اور دہریت بڑھی ہوئی نہ ہوتی تو کیوں اعتراض کیا جاتا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسوقت خدا تعالیٰ کا پاک اور خوش نما چہرہ دُنیا کو نظر نہ آتا تھا **اور وہ اب مجھ میں ہو کر نظر آئے گا اور آرہا ہے** کیونکہ اس کی قدرتوں کے نمونے اور عجائبات قدرت میرے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں جن کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے ہیں مگر جو اندھے ہیں وہ کیونکر دیکھ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس امر کو محبوب رکھتا ہے کہ وہ شناخت کیا جاوے اور اوس کی شناخت کی یہی راہ ہے کہ **مجھے شناخت کرو** (ایڈیٹر۔

ولمہ درک سہ ان خدائے کہ از دل اہل جہاں بے خبرانہ
برمن او جلوہ نمود است گراہلے بپذیرید)

یہی وجہ ہے کہ میرا نام اس نے خلیفۃ اللہ رکھا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت آدم اس میں آدم میرا نام رکھا ہے یہ حقیقت اس الہام کی ہے اب اسپر بھی کوئی اعتراض کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ خود اوس کو دکہا دے گا کہ وہ کہاں تک حق پر ہے +

ہمارے مقدمات

ستغاثات کے متعلق اس سے زیادہ کوئی خبر قابل اشاعت نہیں کہ ۵ اکتوبر ۱۹۰۳ء جو مقدمہ سرقہ کے متعلق وکلاء فریقین کی تقریروں کے لئے مقرر تھی اس تاریخ پر بوجہ علالت طبع مجسٹریٹ صاحب بہادر کوئی کارروائی نہیں ہوسکی مقدمہ ملتوی ہوگیا +

ملفوظات میں سے بعض نکات

میری توجہ کسر صلیب کی طرف ہے۔

امریکہ سے جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ ایک ڈاکٹر کی بیوی نے اپنے کسی عارضہ کے لئے دعاء کی درخواست کی تھی آپ نے فرمایا کہ اسکو جواب میں لکھا جاوے۔
کہ اس میں شک نہیں کہ دعاؤں کی قبولیت پر ہمارا ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ نے اون کے قبول کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے مگر دعاؤں کے اثر اور قبولیت کو توجہ کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے اور پھر حقوق کے لحاظ سے دعاء کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا حق سب پر غالب ہے۔ اس وقت دُنیا میں شرک پھیلا ہوا ہے اور ایک عاجز انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کیا جاتا ہے اس لئے فطرتی طور پر ہماری توجہ اس طرف غالب ہو رہی ہے کہ دُنیا کو اس شرک سے نجات ملے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت قایم ہو اسکے سوا دوسری طرف ہم توجہ کر ہی نہیں سکتے۔ اور یہ بات ہمارے مقاصد اور کام سے دور ہے کہ اُسکو چھوڑ کر دوسری طرف توجہ کریں۔ بلکہ اسمیں ایک قسم کی معصیت کا خطرہ ہوتا ہے۔
ہاں یہ میرا ایمان ہے کہ بیماروں یا مصیبت زدوں کے لئے توجہ کیجاوے تو اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ بلکہ ایک وقت یہ امر بطور نشان کے بھی مخالفوں کے سامنے پیش کیا گیا اور کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ اسوقت میری ساری توجہ اسی ایک امر کی طرف ہو رہی ہے کہ یہ مخلوق پرستی دُور ہو اور صلیب ٹوٹ جاوے اسلئے ہر کام کی طرف اسوقت میں توجہ نہیں کر سکتا خدا نے مجھے اسی طرف متوجہ کر دیا ہے کہ یہ شرک جو پھیلا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا گیا ہے اسکو نیست ونابود کر دیا جاوے۔ یہ جوش سمندر کی طرح میرے دل میں ہے اسی لئے ڈوئی کو لکھا ہے کہ وہ مقابلہ کے لئے نکلے۔ پس تم صبر کرو جب تک کہ ایک دعا کا فیصلہ ہو جاوے اس کے بعد ایسے امور کی طرف بھی اللہ تعالیٰ چاہے تو توجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن دعاء کرانے والے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ سے صلح کرے اپنے گناہوں سے توبہ کرے پس جہاں تک ممکن ہو تم اپنے آپ کو درست کرو اور یہ یقیناً سمجھو کہ انسان کا پرستار کبھی فایدہ نہیں اوٹھا سکتا مسیح کی زندگی کے حالات پڑھو تو صاف معلوم ہوگا کہ وہ خدا نہیں ہے اس کو اپنی زندگی میں کسقدر کوفتیں اور کلفتیں اوٹھانی پڑیں اور دعاء کی عدم قبولیت کا کیسا برا نمونہ اسکی زندگی میں دکہایا گیا ہے خصوصاً باغ والی دعاء جو ایسے اضطراب کی دعاء ہے وہ بھی قبول نہ ہوئی اور وہ پیالہ ٹل نہ سکا۔ پس ایسی حالت میں مقدم یہ ہے کہ تم اپنی حالت کو درست کرو اور انسان کی پرستش چھوڑ کر حقیقی خدا کی پرستش کرو۔" (۳۱- اگست ۱۹۰۳ء شام)

آسمانی نزول سے کیا مراد ہے۔

مسیح کے آسمانی نزول سے یہ مراد ہے کہ اس کے ساتھ آسمانی اسباب ہونگے اور اسکا تعلق سماوی علوم سے ہوگا۔ اور ایسا ہی فرشتوں کے کندھے پر ہاتھ رکھنے سے مراد ہے۔ یہ ایک اعلیٰ درجہ کا لطیفہ تھا جسکو کم فہم لوگوں نے ایک چھوٹی اور بھونڈی سی بات بنا لیا ہے۔ جو صحیح نہیں
فرمایا **دشمن کی دشمنی** بھی ایک وقعت رکھتی ہے۔ ہزاروں شہدے فقیر پھرتے ہیں مگر کوئی اون کو نہیں پوچھتا اور نہ ان کا مقابلہ کرتا ہے۔ مگر ہمارے مقابلہ میں ہر قسم کے حیلے کئے جاتے ہیں اور ہر ایک پہلو سے کوشش کی جاتی ہے کہ ہمکو نقصان پہنچایا جاوے اور وہ اس مقابلہ کے لئے ہزاروں روپیہ بھی خرچ کر چکے ہیں۔ ان کی مخالفت بھی ان نشانات کا جو ظاہر ہو رہے ہیں ایک روک جاتی ہے۔

دارالامان ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بخیریت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سپرد کئے ہوئے کام کی تبلیغ اور تکمیل میں شب وروز ساعی۔ اس ہفتہ کے آخری ایام میں آپ کی طبیعت کسیقدر ناساز رہی لیکن باایں ہمہ بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے اس حالت ناسازی طبع میں بھی آپکا قلم خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشانوں کے اظہار کے لئے چلتا رہا۔
۲- مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بھی تندرست ہیں حضرت حکیم الامتہ ہفتہ زیر اشاعت میں ہمارے محترم بھائی منشی محمد خان صاحب افسر بگھی خانہ کپورتھلہ کی علالت کیوجہ سے اون کے معالجہ کے لئے تشریف لے گئے اور مع الخیر واپس آگئے۔
ترک اسلام کے جواب پر آپ کا رسالہ قریب الختم ہے اور اس اشو کے پہنچنے تک غالباً ختم ہو چکا ہوگا۔ اس کی اشاعت کے متعلق شیخ نور احمد صاحب جالندہری بھی دس جلد کے اخراجات دینے کے لئے طیار ہیں۔ ہمارے ناظرین کو بہت جلد اس رسالہ کی چار ہزار جلدوں کا سامان کر دینا چاہئے اگرچہ حکیم الامتہ کی طرف سے کوئی ایسی درخواست نہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ قوم بہت جلد شایع کرے +

ایک عیسائی کے چند سوالوں کا جواب

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

گذشتہ اشاعت سے آگے +

میں سچ کہتا ہوں کہ کامل اور اولوالعزم آدمی کا مرنا بجز اُس حالت خاص کے کہ بہتوں کے بچاؤ کے لیے کسی معقول اور معروف طریق پر مرنا ہی پڑے قوم کے لیے اچھا نہیں بلکہ بڑی مصیبت اور ماتم کی جگہ ہے اور ایسا شخص جسکی ذات سے خلق اللہ کو طرح طرح کا فائدہ پہونچ رہا ہے اگر خودکشی کا ارادہ کرے تو وہ خدا تعالیٰ کا سخت گنہگار ہے اور اُس کا گناہ دوسرے ایسے مجرموں کی نسبت بہت زیادہ ہے پس ہر ایک ایسے کامل کے لیے لازم ہے کہ اپنے لیے جناب باریتعالیٰ سے درازی عمر مانگے تا وہ خلق اللہ کے لیے اُن سارے کاموں کو بخوبی انجام دیسکے جن کے لیے اُس کے دل میں جوش ڈالا گیا ہے ہاں شریر آدمی کا مرنا اُس کے لیے بہتر ہے تا شرارتوں کا ذخیرہ زیادہ نہ ہوتا جائے اور خلق اللہ اُسکے ہر روزہ کے فتنہ سے تباہ نہ ہو جائے۔ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمام پیغمبروں میں سے قوم کے بچاؤ کے لیے اور الٰہی جلال کے اظہار کی غرض سے معقول طریقوں کے ساتھ اور ضروری حالتوں کے وقت میں کس پیغمبر نے زیادہ تر معرض ہلاکت میں ڈالا اور قوم پر اپنے تئیں فدا کرنا چاہا آیا مسیح یا کسی اور نبی یا ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کا جواب جس جوش اور روشن دلائل اور آیات بینات اور تاریخی ثبوت سے میرے سینہ میں بھرا ہوا ہے میں افسوس کے ساتھ اسجگہ اُسکا لکھنا چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ بہت طویل ہے یہ تھوڑا سا مضمون اُسکی برداشت نہیں کر سکتا انشاء اللہ القدیر اگر عمر نے وفا کی تو آئندہ ایک رسالہ مستقلہ اس بارے میں لکھوں گا لیکن بطور مختصر اسجگہ بشارت دیتا ہوں کہ وہ فرد کامل جو قوم پر اور تمام بنی نوع پر اپنے نفس کو فدا کرنے والا ہے وہ ہمارے نبی کریم ہیں یعنی سیدنا و مولانا و وحیدنا و فریدنا احمد المجتبیٰ محمد مصطفیٰ الرسول النبی الامی العربی القرشی صلے اللہ علیہ وسلم۔

اسجگہ میں نے سچے اور جھوٹے مذہب کی تفریق کے لیے وہ فرق جو زمین پر موجود ہے یعنی جو باتیں عقل اور کانشنس کے ذریعہ سے فیصلہ ہو سکتی ہیں کسی قدر لکھدیا ہے۔ لیکن جو فرق آسمان کے ذریعہ سے کھلتا ہے وہ بھی ایسا ضروری ہے کہ بجز اس کے حق اور باطل میں امتیاز بیّن نہیں ہو سکتا اور وہ یہ ہے کہ سچے مذہب کے کامل پیرو کے ساتھ خدا تعالیٰ کے ایک خاص تعلقات ہو جاتے ہیں اور وہ کامل پیرو اپنے نبی متبوع کا مظہر اور اُسکے حالات روحانی اور برکات باطنیہ کا ایک نمونہ ہو جاتا ہے۔ اور جسطرح بیٹے کے وجود درمیانی کی وجہ سے پوتا بھی بیٹا ہی کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص زیر سایہ متابعت نبی پرورش یافتہ ہے اُسکے ساتھ بھی وہی لطف اور احسان ہوتا ہے جو نبی کے ساتھ ہوتا ہے اور جیسے نبی کو نشان دکھائے جاتے ہیں ایسا ہی اُسکی خاص طور پر عزت بڑھانے کے لیے اُسکو بھی نشان ملتے ہیں غرض ایسے لوگ اس دین کی سچائی کے لیے جسکی تائید کے لیے وہ ظہور فرماتے ہیں زندہ نشان ہوتے ہیں خدا تعالیٰ آسمان سے اُنکی تائید کرتا ہے۔ اور بکثرت اُنکی دعائیں قبول فرماتا ہے اور قبولیت کی اطلاع بخشتا ہے اُن پر مصیبتیں بھی نازل ہوتی ہیں مگر اسلیے نازل نہیں ہوتیں کہ انھیں ہلاک کریں بلکہ اسلیے کہ تا آخر اُنکی خاص تائید سے قدرت کے نشان ظاہر کیے جائیں وہ بے عزتی کے بعد پھر عزت پا لیتے ہیں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں تا خدا تعالیٰ کے خاص کام اُن میں ظاہر ہوں۔

اسجگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دعا کا قبول ہونا دو طور سے ہوتا ہے ایک بطور ابتلا اور ایک بطور اصطفا بطور ابتلا تو کبھی کبھی گنہگاروں اور نافرمانوں بلکہ کافروں کی دعا بھی قبول ہو جاتی ہے مگر ایسا قبول ہونا حقیقی قبولیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ از قبیل استدراج و امتحان ہوتا ہے لیکن جو بطور اصطفا دعا قبول ہوتی ہے اُسمیں یہ شرط ہے کہ دعا کرنے والا خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو اور چاروں طرف سے برگزیدگی کے انوار و آثار اُسمیں ظاہر ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ حقیقی قبولیت کے طور پر نافرمانوں کی دعا ہرگز نہیں سنتا بلکہ انھیں کی سنتا ہے کہ جو اُسکی نظر میں راست باز اور اُسکے حکم پر چلنے والے ہیں سو ابتلا اور اصطفا کی قبولیت

حاشیہ: تازہ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ کروڑ ساٹھ ہزار پونڈ ہر سال سلطنت برطانیہ میں شراب نوشی میں خرچ ہوتا ہے (اور ایک نامہ نگار ایم اے کی تحریر ہے) کہ شراب کی بدولت لندن میں صدہا خودکشی کی وارداتیں ہو جاتی ہیں اور خاص لندن میں شاید منجملہ تیس لاکھ آبادی کے دس ہزار آدمی سے نوش نہ ہوں گے۔ ورنہ سب مرد عورت خوشی اور آزادی سے شراب پیتے اور پلاتے ہیں۔ اہل لندن کا کوئی ایسا جلسہ اور سوسائٹی اور مجلس نہیں ہے کہ جس میں سب سے پہلے برانڈی اور شری اور لال شراب کا انتظام نہ کیا جاتا ہو۔ ہر ایک جلسہ کا جزو اعظم شراب کو قرار دیا جاتا ہے اور طرفہ یہ کہ لندن کے بڑے بڑے کشیش اور پادری صاحبان بھی باوجود دیندار کہلانے کے مے نوشی میں اول نمبر ہوتے ہیں جتنے جلسوں میں مجکو

بقیہ حاشیہ: بطفیل مسٹر گلبرٹ صاحب شامل ہونے کا اتفاق ہوا ہے اُن سب میں ضرور دو چار نوجوان پادری اور ریورنڈ بھی شامل ہوتے دیکھے لندن میں شراب نوشی کو کسی بڑی مدیر تک نہیں سمجھا گیا اور یہاں تک شراب نوشی کی علانیہ گرم بازاری ہے کہ میں نے بچشم خود ہنگام سیر لندن اکثر انگریزوں کو بازاروں میں پھرتے دیکھا کہ منوائے ہو رہے ہیں اور ہاتھ میں شراب کی بوتل ہے۔ علی ہذا القیاس لندن میں عورتیں دیکھی جاتی تھیں کہ ہاتھ میں بوتل ہے پکڑی لڑکھڑاتی چلی جاتی ہیں۔ بیسیوں لوگ شراب سے مدہوش اور متوالے اچھے بھلے مانس مہذب بازار دکانوں میں گرے ہوئے دیکھے۔ شراب نوشی کے طفیل اور برکت سے لندن میں اسقدر خونریزی کی وارداتیں واقعہ ہوتی رہتی ہیں کہ لکھا گیا

بقیہ حاشیہ: اُنکا ایک مہلک دریا بہ رہا ہے۔ یکم فروری ۱۸۹۳ء رہبر ہند لاہور

اسی طرح ایک صاحب نے لندن کی عام زناکاری اور قریب ستر ستر ہزار کے ہر سال ولدالزنا پیدا ہونا ذکر کرکے وہ باتیں اُن لوگوں کی بےحیائی کی لکھی ہیں کہ جنکی تفصیل سے قلم رکتا ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ یورپ کے اوّل درجے کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کے اگر دس حصے کیے جائیں تو بلاشبہ نو حصے اُن میں سے دہریہ ہوں گے جو مذہب کی پابندی اور خدا تعالیٰ کے اقرار اور جزا و سزا کے اعتقاد سے فارغ ہو بیٹھے ہیں اور یہ مرض دہریت کا دن بدن یورپ میں بڑھتا جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دولت برطانیہ کی کشادہ دلی نے اس کی ترقی سے کچھ بھی کراہت نہیں کی یہاں تک کہ بعض پکے دہریہ پارلیمنٹ کی کرسی پر بھی

اور عیب میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ جو ابتلا کے طور پر دعا قبول ہوتی ہے اُس میں متقی اور خدا دوست ہونا شرط نہیں اور نہ اُسمیں یہ ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ دعا کو قبول کرکے بذریعہ اپنے مکالمہ خاص کے اُسکی قبولیت سے اطلاع بھی دیوے اور نہ وہ دعائیں ایسی اعلیٰ پایہ کی ہوتی ہیں جن کا قبول ہونا ایک امر عجیب اور خارق عادت متصور ہو سکے لیکن جو دعائیں اصطفا کی وجہ سے قبول ہوتی ہیں اُنمیں یہ نشان نمایاں ہوتے ہیں

(۱) اول یہ کہ دعا کرنے والا ایک متقی اور راستباز اور کامل فرد ہوتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ بذریعہ مکالمات الٰہیہ اُس دعا کی قبولیت سے اُسکو اطلاع دیجاتی ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ اکثر وہ دعائیں جو قبول کی جاتی ہیں نہایت اعلیٰ درجہ کی اور پیچیدہ کاموں کے متعلق ہوتی ہیں جنکی قبولیت سے کھل جاتا ہے کہ یہ انسان کا کام اور تدبیر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص نمونہ قدرت ہے جو خاص بندوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ ابتلائی دعائیں تو کبھی کبھی شاذ و نادر کے طور پر قبول ہوتی ہیں۔ لیکن اصطفائی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں بسا اوقات صاحب اصطفائی دعا کا ایسی بڑی بڑی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اگر اور شخص اُن میں مبتلا ہو جاتا تو بجز خودکشی کے اور کوئی حیلہ اپنی جان بچانے کے لیے ہرگز اُسے نظر نہ آتا چنانچہ ایسا ہوتا بھی ہے کہ جب کبھی دنیا پرست لوگ جو خدا تعالیٰ سے مہجور و دور ہیں بعض بڑے بڑے ہموم و غموم و امراض و اسقام و بلیات لاینحل میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو آخر وہ بباعث ضعف ایمان خدا تعالیٰ سے نا اُمید ہو کر کسی قسم کا زہر کھا لیتے ہیں یا کنوئیں میں گرتے ہیں یا بندوق وغیرہ سے خودکشی کر لیتے ہیں لیکن ایسے نازک وقتوں میں صاحب اصطفا کا بوجہ اپنی قوت ایمانی اور تعلق خاص کے خدا تعالیٰ کی طرف سے نہایت عجیب در عجیب مدد دیا جاتا ہے اور عنایت الٰہی ایک عجیب طور سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے یہانتک کہ ایک محرم راز کا دل بے اختیار بول اُٹھتا ہے کہ یہ شخص مؤید الٰہی ہے

(۵) پانچویں یہ کہ صاحب اصطفائی دعا کا مورد عنایات الٰہیہ کا ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اُسکے تمام کاموں میں اُس کا متولی ہو جاتا ہے اور عشق الٰہی کا نور اور مقبولانہ کبریائی کی مستی اور روحانی لذت یابی اور تنعم کے آثار اُسکے چہرہ میں نمایاں ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے

تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۝ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝ +

+ خبردار رہو یعنی یقیناً سمجھو کہ جو لوگ اللہ جل شانہ کے دوست ہیں یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ سے سچی محبت رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن سے محبت رکھتا ہے تو اُن کی یہ نشانیاں ہیں کہ نہ اُن پر خوف مستولی ہوتا ہے کہ کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا فلاں بلا سے کیونکر نجات ہوگی کیونکہ وہ تسلی دیے جاتے ہیں اور نہ گذشتہ کے متعلق کوئی حزن و اندوہ نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ صبر دیے جاتے ہیں دوسری نشانی یہ ہے کہ اُنھیں (بذریعہ مکالمہ الٰہیہ و رؤیائے صالحہ) بشارتیں ملتی رہتی ہیں اس جہان میں بھی اور دوسرے جہان میں بھی خدا تعالیٰ کا اُنکی نسبت یہ عہد ہے جو ٹل نہیں سکتا اور یہی پایا مدعا ہے جو اُنھیں ملا ہوا ہے یعنی مکالمہ الٰہیہ اور رؤیائے صالحہ سے خدا تعالیٰ کے مخصوص بندوں کو جو اُسکے ولی ہیں ضرور حصہ ملتا ہے اور اُنکی ولایت کا بھاری نشان یہی ہے کہ مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے مشرف ہوں (یہی قانون قدرت اللہ جل شانہ کا ہے) کہ جو لوگ ارباب متفرقہ سے مُنہ پھیر کر اللہ جل شانہ کو اپنا رب سمجھ لیں اور کہیں کہ ہمارا تو ایک اللہ ہی رب ہے (یعنی اور کسی کی ربوبیت پر ہماری نظر نہیں) اور پھر آزمائشوں کے وقت میں مستقیم رہیں (کیسے ہی زلزلے آویں اور آندھیاں چلیں تاریکیاں پھیلیں اُن میں ذرہ تزلزل اور تغیر اور اضطراب پیدا نہ ہو پوری پوری استقامت پر رہیں) تو اُن پر فرشتے اُترتے ہیں (یعنی الہام یا رؤیائے صالحہ کے ذریعہ سے اُنھیں بشارتیں ملتی ہیں) کہ دنیا و آخرت میں ہم تمھارے دوست اور متولی اور متکفل ہیں اور آخرت میں جو کچھ تمھارے جی چاہیں گے وہ سب تمھیں ملے گا یعنی اگر دنیا میں کچھ مکروہات بھی پیش آویں تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں کیونکہ آخرت میں تمام غم دور ہو جائیں گے اور سب مرادیں حاصل ہوں گی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آخرت میں جو کچھ انسان کا

بیٹھ گئے اور کچھ پروا نہیں کی گئی نامحرم لوگوں کا نوجوان عورتوں کا بوسہ لینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ یورپ کی نئی تہذیب میں ایک مستحسن امر قرار دیا گیا ہے۔ کوئی دعوی سے نہیں کہہ سکتا کہ انگلستان میں کوئی ایسی عورت بھی ہے کہ جس کا عین جوانی کے دنوں میں کسی نامحرم جوان نے بوسہ نہ لیا ہو۔ دنیا پرستی اسقدر ہے کہ آروپ الگزنڈر صاحب اپنی ایک چٹھی میں (جو میرے نام بھیجی ہے) لکھتے ہیں کہ تمام مہذب اور تعلیم یافتہ جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں اُن میں سے ایک بھی میری نظر میں ایسا نہیں جسکی نگاہ آخرت کی طرف لگی ہوئی ہو بلکہ تمام لوگ سر سے پیر تک دنیا پرستی میں مبتلا نظر آتے ہیں اب ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ مسیح کے قربان ہونے کی وہ تاثیریں جو پادری لوگ ہندوستان میں آکر سادہ لوحوں کو سناتے ہیں سراسر پادری صاحبوں کا افترا ہے اور اصل حقیقت یہی ہے کہ کفارہ کے مسئلہ کو قبول کرکے جسطرف عیسائیوں کی طبیعتوں نے پلٹا کھایا ہے وہ یہی ہے کہ شراب خواری بکثرت پھیل گئی خدا تعالیٰ کی عبادت سچے دل سے کرنا اور پاکدل ہونا یہ سب باتیں موقوف ہو گئیں ہاں بعض اخلاقی تہذیب یورپ میں بیشک پائی جاتی ہے یعنی باہم رضامندی کے برخلاف جو گناہ ہیں جیسے سرقہ اور قتل اور زنا بالجبر وغیرہ جنکے ارتکاب سے شاہی قوانین نے بوجہ مصالح ملکی روک دیا ہے ان کا انسداد بیشک ہے مگر ایسے گناہوں کے انسداد کی یہ وجہ نہیں کہ مسیح کے کفارہ کا اثر ہوا ہے بلکہ رعب قوانین اور سوسائٹی کے دباؤ سے یہ اثر ڈالا ہوا ہے اگر یہ موانع درمیان نہ ہوں تو حضرات مسیحیاں سب کچھ کر گذریں اور پھر یہ جرائم بھی تو اور ملکوں کی طرح یورپ میں بھی ہوتے رہتے ہیں انسداد کلی تو نہیں

مسیح

عیسائی مشن ہندوستان میں کیوں ناکامیاب رہا

الہ آباد کے مشہور و معروف اخبار پایونیر میں اس مضمون پر ایک اینگلو انڈین کا مضمون شائع ہوا ہے ہم اس مضمون کو کسی دوسرے وقت انشاء اللہ پورا درج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ مضمون نگار عیسائی مشنریوں کی ناکامی کا باعث لکھتے ہوئے مشنریوں کے دعوی کی بڑے زور سے تردید کرتا ہے مشنری لوگ انجیل کی عدم قبولیت کا باعث عیسائی یورپین گوروں کی بے اعتدالیاں اور بعض سرکاری عہدہ داروں کا عیسائی اصولوں کے خلاف ہونا بتلاتے ہیں مگر مضمون نگار انکو غلط ٹھیراتا ہے اور کہتا ہے کہ مشنری لوگ جب انگلستان اور امریکہ سے کروڑ ہا روپیہ محض ہندوستان کو عیسائی بنانے کی غرض سے لیکر جب کوئی نتیجہ نہیں دکھلا سکتے تو پادری لوگ اس ناکامیابی کو دوسروں کے سر منصوب کرتے ہیں حالانکہ یہ **ناکامی اور نامرادی ان کے مذہب کی کمزوری کا باعث ہے کہ ہندوستانی لوگ عیسائی بننے کی ضرورت نہیں سمجھتے**

وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ چونکہ ہندوستانی لوگ تعداد میں بے شمار اور تبدیلی کو پسند کرنے والے نہیں اور ساتھ ہی انکی رائے میں عیسائیوں کا معیار اخلاق ان کے معیار سے بڑھ کر نہیں اور نہ عیسائیوں کے مذہبی اصول ہندوستانیوں کے بڑے بڑے مذاہب سے اعلے ہیں اس لیئے ہندوستانی لوگ عیسائیت کی طرف بہت ہی کم رجوع ہوتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اپنے مذہب کی کمزوری دوسروں کے سر تھوپنا آسان ہے لیکن اصلیت پر غور کرنا مشکل ہے + اس مضمون پر نامہ نگار مذکور نے ایک مبسوط آرٹیکل لکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے انفاس طیبہ کا اثر ہے کہ عیسائی لوگ عیسائی رہ کر خود تسلیم کرنے لگے ہیں کہ عیسائیت کی ناکامی اسکی اپنی کمزوری اور اصولوں کے ناکمل ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ کسر **صلیب کے لیئے اندرونی حربہ ہے**

انگلستان میں عیسائیت کو زوال

اخبار دوست ہند مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۰۳ء میں مندرجہ ذیل خبر۔ واقعات اور رائے کے کالموں میں اس سرخی سے شائع ہوئی جو کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔ اسلیئے ہم ناظرین کی آگاہی اور نورافشاں کے معزز ایڈیٹر سے جواب طلبی کے لیئے بعینہ درج کرتے ہیں

"ڈیلی نیوز کی طرف سے ۱۸۸۶ء میں مردم شماری ہوئی تھی کہ کتنے لنڈن کے گرجا گھروں میں عادتاً جاتے ہیں۔ ۱۷ سال کے بعد امسال پھر مردم شماری کی گئی ہے نتیجہ مردم شماری کا پادریوں کی شان نہیں گھٹاتا ہے۔ ۱۷ سال کے اندر دو لاکھ کے قریب گرجا گھر اور نئے بنے مگر گرجا گھر جانیوالی آبادی میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی کمی ہوئی۔ ۱۵ فیصدی تعداد میں کمی ہوئی ۵۰ لاکھ کی آبادی میں ہر کیفیت کو ۱۵ لاکھ سے زاید لوگ گرجا گھروں میں نہیں جاتے ہیں گھر کا تو یہ حال ہے اور پادری صاحبان تمام دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں" ناظرین مندرجہ بالا خبر کو پڑھکر خود فیصلہ کرلیں گے کہ اگر تمام مہذب قومیں یورپ کی نہیں تو کم از کم اچھی تعداد مسئلہ تثلیث وغیرہ سے شاکی ہوکر عیسائی دھرم کا تیاگ کر رہی ہے۔ بیشک اس بات کو تو ہم تسلیم کرنے کے لیئے اختیار نہیں کہ آجکل یورپین قوموں کی فیاضی ضرب المثل ہوکر شہرہ آفاق ہو رہی ہے۔ لیکن کیا دراصل گرجا گھروں کی تعداد ہی سے اصلی ترقی کا شمار کیا جا سکتا ہے میرے خیال میں جتنی مسجدیں اور مندر اور گرجا گھر زیادہ ہوتے جائیں ان سے اصلی ترقی کا اندازہ لگانا محض خام خیالی ہوگی۔ ابھی تھوڑے ہی دن گذرے ہیں کہ نورافشاں کے معزز ایڈیٹر صاحب نے نورافشاں مطبوعہ ۲۰ اگست کے ضمیمہ میں انگلستان کی بعض بائبل سوسائٹی کی رپورٹ سے اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ دراصل انگلستان میں عیسائی مذہب ترقی پر ہے جسکا کہ ترجمہ برای آگاہی ناظرین ہم درج کرتے ہیں تاکہ آپ صاحبان خود اندازہ لگا سکیں

"...... اس بات سے کہ سال گذشتہ میں مشنری کاموں کے لیے صرف انگلستان میں ہی ایک بڑی بھاری رقم ۰۰ ۱۶۶ ۳۸ ۱ روپے کی ہوم اور اسکے باہر مقاموں کیلئے دی گئی تھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ عیسی کی بادشاہت دنیا میں کمی پر ہے۔ اور ایک واقعہ جوکہ برٹش اور فارن بائبل سوسائٹی کی گذشتہ سال کی رپورٹ سے دیا گیا ہے اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ صرف اسکی ایک سوسائٹی سے ان پوری بائبل کی جلدوں کی تعداد جوکہ جاری ہوئیں ۸ لاکھ ۷۰ ہزار تھی اور کل تعداد ۹۰۰۱۰ لاکھ جلدیں تھیں۔

اس خبر کو پڑھ کر ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ وہ ترقی کس قسم کی شمار کرتے ہیں۔ میں صرف چند ایک طریق بیان کرکے کہ کسطرح مشنری صاحبان بائبل کو بانٹتے ہیں آپ سے رخصت لونگا۔

(۱) قریباً کل مشن سکولوں میں سنڈے سکول ہوتے ہیں جہاں کہ لڑکوں کو انجیل پڑھا کر انکو بائبل انعام دی جاتی ہیں۔

(۲) تمام جماعتوں میں انجیل کا پڑھنا لازمی ہوتا ہے اور اسلیئے لڑکے نیو ٹسٹیمنٹ خریدنے پر مجبور کیئے جاتے ہیں۔ جس سے کہ خاصی تعداد نکلجاتی ہے۔

(۳) ریلیجس بک سوسائٹیاں بھی جو گریجویٹ کامیاب ہوتے ہیں انکو بطور انعام بائبل بانٹتی ہیں ایف اے والونکو بھی اور انٹرنس والونکو کچھ پارٹ تقسیم ہوتے ہیں۔

(۴) گاہے گاہے انگریز لوگ انگلستان سے تقسیم کرنے کے لیئے بھیجتے ہیں چنانچہ حال ہی میں گجرات مشن سکول میں تمام اُستادوں اور تمام طلباء کو تقسیم ہوئی ہیں۔

(۵) پادری صاحبان مفت بانٹتے ہیں اور عموماً دکاندار لیکر اُن میں اپنی دوکان کی چیزیں فروخت کرتے ہیں جس سے کہ بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

(۶) جو نیا عیسائی ہوتا ہے اسکو کئی انجیلیں بخشی جاتی ہیں اور پادری صاحبان کہ جب کبھی تحفہ وغیرہ بھیجتے ہیں تو انہیں ہی ٹسٹیمنٹ نذر کرتے ہیں۔

ان طریقوں سے اگر بائبل کی تعداد میں بہت ترقی بھی ہوجائے تو چنداں مضائقہ نہیں کیونکہ جو چیز مفت ملے اسکو کون انکار کرتا ہے۔ اسلیئے بائبل کی جلدوں کے خرچ سے اپنی ترقی کا اندازہ لگانیوالونکو چاہیئے کہ ایسے فضول خرچ کو بند کرکے دیکھیں کہ کسقدر بائبلیں لوگ خرید کر پڑھتے ہیں اور باقی رہا روپے کا ذکر جس طرح عیسائی صاحبان اور ان کے دوسرے بھیڑ کے بھولے بھالے آدمیونکو پھنسانے کے لئے کام کر رہے ہیں اسکے مقابلہ میں یہ رقم قلیل ہے۔ کئی قسم کے لوبھ اور لالچ کے لیئے اس سے زیادہ روپیہ چاہیئے مفت اخبار میں جاری کرتے ہیں ہینڈبل تقسیم کرتے ہیں اسقدر بات جتلانے کے بعد اب ہم بڑے ادب سے عیسائی اخبارات سے سوال کرتے ہیں کہ کیا دراصل بائبل کی ترقی نہیں؟ کیا دراصل دوست ہند کا نوٹ عیسائیوں کی ترقی کا ایک ٹھیک اندازہ نہیں بتا رہا۔ اخیر میں میری یہی پرارتھنا ہے کہ دیا لو پرماتما دیا کا ہاتھ بڑھا کر ان تمام گمراہ ہوئے ہوؤں کو اپنے فضل سے سب۔ راہ راست پر لا دیں تاکہ وہ اسجگہ کی طرف بھاگی نہ بنیں جہاں دانت پیسنا اور رونا ہوگا (بموجب عیسائی اناجیل کے) میں امید کرتا ہوں کہ معزز ایڈیٹران جرائد سے مزید اطلاع بخشیں گے ۔ (آریہ گزٹ)

اب جاننا چاہیے کہ محبوبیت اور قبولیت اور ولایت حقہ کا درجہ جس کے کسی قدر مختصر طور پر نشان بیان کرچکا ہوں بجز اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا

نفس چاہے اُسکو ملے میں کہتا ہوں کہ یہ ہونا نہایت ضروری ہے اور اسی بات کا نام نجات ہے ورنہ اگر انسان نجات پاکر بعض چیزوں کو چاہتا رہا اور اُن کے غم میں کباب ہوتا اور جلتا رہا مگر وہ چیزیں اُسکو نہ ملیں تو پھر نجات کاہے کی ہوئی ایک قسم کا عذاب تو ساتھ ہی رہا - لہٰذا ضرور ہے کہ جنت یا بہشت یا مکتی خانہ یا سرگ جو نام اُس مقام کا رکھا جائے جو انتہائے سعادت پانے کا گھر ہے وہ ایسا گھر چاہیے کہ انسان کو من کل الوجوہ اُس میں مصفا خوشی حاصل ہو اور کوئی ظاہری یا باطنی رنج کی بات درمیان نہ ہو اور کسی ناکامی کی سوزش دل پر غالب نہ ہو - ہاں یہ سچ بات ہے کہ بہشت میں نالائق و نامناسب باتیں نہیں ہوں گی مگر مقدس دلوں میں اُن کی خواہش بھی پیدا نہ ہوگی بلکہ اُن مقدس اور مطہر دلوں میں جو شیطانی خیالات سے پاک کیے گئے ہیں انسان کی پاک فطرت اور خالق کی پاک مرضی کے موافق پاک خواہشیں پیدا ہوں گی تا انسان اپنی ظاہری اور باطنی اور بدنی اور روحانی سعادت کو پورے پورے طور پر بالیقین اور اپنے جمیع قویٰ کے کامل ظہور سے کامل انسان کہلاوے کیونکہ بہشت میں داخل کرنا انسانی نفس کے مٹا دینے کی غرض سے نہیں جیسا کہ ہمارے مخالف عیسائی اور آریہ خیال کرتے ہیں بلکہ اس غرض سے ہے کہ تا انسانی فطرۃ کے نقوش ظاہراً و باطناً بطور کامل چمکیں اور سب بے اعتدالیاں دور ہوکر ٹھیک ٹھیک وہ امور جلوہ نما ہوجائیں جو انسان کامل کے لیے بلحاظ ظاہری و باطنی خلقت اُسکی کے ضروری ہیں -

اور پھر فرمایا کہ جب میرے مخصوص بندے (جو برگزیدہ ہیں) میرے بارے میں سوال کریں اور پوچھیں کہ کہاں ہیں تو اُنھیں معلوم ہو کہ میں بہت ہی قریب ہوں اپنے مخلص بندوں کی دعا سنتا ہوں جبھی کہ کوئی مخلص بندہ دعا کرتا ہے (خواہ دل سے یا زبان سے) سُن لیتا ہوں (یعنی اس سے قرب ظاہر ہے) مگر چاہیے کہ وہ اپنی ایسی حالت بنائے رکھیں جس سے میں اُنکی دعائیں سُن لیا کروں - یعنی انسان اپنا حجاب آپ ہو جاتا ہے - جب پاک حالت کو چھوڑ کر دور جا پڑتا ہے تب خدا تعالیٰ بھی اُس سے دور ہو جاتا ہے

اور سچے متبع کے مقابل پر اگر کوئی عیسائی یا آریہ یا یہودی قبولیت کے آثار و انوار دکھلانا چاہیے تو یہ اُس کے لیے ہرگز ممکن نہ ہوگا - ایک نہایت صاف طریق امتحان کا یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان صالح کے مقابل پر جو سچا مسلمان اور سچائی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تبع ہو کوئی دوسرا شخص عیسائی وغیرہ معارض کے طور پر کھڑا ہو اور یہ کہے کہ جس قدر تجھ پر آسمان سے کوئی نشان ظاہر ہوگا یا جسقدر اسرار غیبیہ تجھ پر کھلیں گے یا جو کچھ قبولیت دعاؤں سے تجھے مدد دی جائے گی یا جس طور سے تیری عزت اور شرف کے اظہار کے لیے کوئی نمونہ قدرت ظاہر کیا جائے گا یا اگر انعامات خاصہ کا بطور پیشگوئی تجھے وعدہ دیا جائے گا یا اگر تیرے کسی موذی مخالف پر کسی تنبیہ کے نزول کی خبر دیجائیگی تو ان سب باتوں میں جو کچھ تجھ سے ظہور میں آجائیگا اور جو کچھ تو دکھلائے گا وہ میں بھی دکھلاؤں گا تو ایسا معارضہ کسی مخالف سے ہرگز ممکن نہیں اور ہرگز مقابل پر نہیں آئیں گے کیونکہ اُن کے دل شہادت دے رہے ہیں کہ وہ کذاب ہیں اُنھیں اُس سچے خدا سے کچھ بھی تعلق نہیں کہ جو راستبازوں کا مددگار اور صدیقوں کا دوستدار ہے - جیسا کہ ہم پہلے بھی کسی قدر بیان کرچکے ہیں و ھذا اٰخر کلامنا والحمد للہ اولاً و اٰخراً و ظاھراً و باطناً ھو مولٰنا نعم المولٰے و نعم الوکیل +

اور چاہیے کہ ایمان اپنا پھر ثابت رکھیں (کیونکہ قوت ایمانی کی برکت سے دعا جلد قبول ہوتی ہے) اگر وہ ایسا کریں تو رشد حاصل کرلیں گے یعنی ہمیشہ خدائے عزوجل اُنکے ساتھ ہوگا اور کبھی عنایت و رہنمائی الٰہی اُن سے الگ نہیں ہوگی سو استجابت دعا بھی اولیاء اللہ کے لیے ایک بھاری نشان ہے فتدبر منہ

ضرورت

خاکسار نے ایک رسالہ جو شاید ۸۰ صفحہ کا ہوجائیگا لکھا ہے اور ۲۴ صفحہ تک چھپ چکا ہے رسالہ قابل دید ہے قیمت کم چھپائی اور لکھائی اور کاغذ عمدہ اس رسالہ میں دو باب ہیں اور چند فصلیں اول باب مسیح موسوی کی وفات میں اور دوسرا باب نزول مسیح محمدی کے بیان میں اب ایک بحث علماء احمدیہ کی اسماء کی ضرورت آپڑی ہے سو بڑی مہربانی ہوگی جو علماء احمدیہ جنہوں نے باقاعدہ علوم آلیہ تحصیل کیے ہیں معہ اپنی تصانیف کے اسماء کے میرے

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

رگوید کا ترجمہ اور آریہ سماج

ماسٹر چندولعل صاحب ایک پرانے عیسائی ہیں اُنھوں نے لٹریچر میں یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ رگوید کا ترجمہ لفظی دیسی زبان میں کردیا جاوے مگر پنڈت دیانند یا دوسرے بھاشیہ لکھنے والوں کی طرح رگوید کی تفسیر نہ کی جاوے +

ماسٹر صاحب کی اس اپیل پر ست دھرم پرچارک کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا ہے اور خود ہی وہ کہتا ہے کہ اُن سے بابو صاحب کا مطلب گو عوام کی سمجھ میں نہ آوے تاہم میں سمجھ گیا ہوں اُنکی مراد شاید یہ ہے کہ بغیر تشریح کے ویدوں کا مطلب سمجھ میں نہ آوے گا اور ہر ایک کو یقین ہوجاوے گا کہ یہ بچوں کی بلبلاہٹ ہے"

ہر چند ماسٹر چندولال صاحب نے یہ منشا ظاہر نہیں کیا لیکن چونکہ ویدوں کی حقیقت اس حد تک ہے اسلیے منشی رام صاحب کو بمصداق چور کی ڈاڑھی میں تنکا خود ہی یہ خطرہ پیدا ہوا ہے وہ اُنکی اس رائے پر اسطرح جرح کرنا چاہتے ہیں کہ قصہ کہانی کی کتابوں کا محض لفظی ترجمہ کافی ہوسکتا ہے لیکن جس کتاب میں سائنس اور فلاسفی کے خزانے بند ہوں اسے عام فہم کرنے کے لیے تفسیر کی ضرورت ہوا کرتی ہے " کیا خوب! ویدک فلاسفی اور سائنس اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ ایک عورت جیتے جاگتے خاوند کی موجودگی میں اس کے ناقابل اولاد ہونے کے باعث دوسرے سے اولاد لے سکتی ہے - یا یہ کہ تناسخ کے چکر میں آکر محرمات ابدی کے سلسلہ کو بھی انسان توڑ سکتا ہے اور ہمیشہ کی نجات سے محروم ہے - وغیرہ وغیرہ اگر وید کا لفظی ترجمہ نہیں ہوسکتا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے الفاظ میں کوئی قوت اور جذب نہیں رکھتا بلکہ وہ ہماری تفسیر اور تشریح کا محتاج ہے اور ایک معما اور چیستاں سے بڑھ کر نہیں ہے - حالانکہ مبدء فیض کا کلام عام فہم ہونا ضروری ہے جس میں ایک دہقان اور علما سفر برابر تفہیم پا سکیں مگر یہ فخر صرف قرآن کریم کو ہے اور اسی نے کہا

لقد یسّرنا القراٰن للذکر فھل من مدّکر

پاس بھیجدیں اگر کوئی تصنیف ہو - خواہ وہ کوئی پہلی تصنیف ہو یا بعد از بیعت حضرت اقدس امام آخر الزمان علیہ السلام ہو تاکہ رسالہ جلد مکمل ہو ...

کیا ہندوستان ۴۵ لاکھ روپیہ سالانہ مسیحی مذہب کی اشاعت پر صرف کرتا ہے؟

تعلیمی اور مذہبی معاملات میں گورنمنٹ کی آزاد پالیسی حکام کے اعلیٰ خیالات کا نقشہ پبلک کے روبرو پیش کر رہی ہے۔ ملک میں اسقدر امن کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکام اہل ملک کے مذہبی معاملات میں دست اندازی نہیں کرتے۔ جو فساد کبھی کبھی ہندو اور مسلمانوں میں مذہب کے نام سے ہوتے ہیں ان کی بنیاد بعض بر جوش حاکم خود ہوا کرتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے حکام کو مذہبی معاملات میں دست اندازی نہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ملکہ معظمہ مرحومہ نے جو اشتہار ۱۸۵۸ء میں شائع کیا تھا اسمیں مندرجہ ذیل فقرے موجود ہیں۔ جو کہ اُس خیال کی اچھی طرح شہادت دیتے ہیں۔ "جو لوگ ہمارے زیر فرمان حاکم ہیں اُن کو تاکیداً حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری رعایا میں سے کسی کے مذہبی خیالات اور عبادات میں دست اندازی کرنے سے باز رہیں اور اسکو ہماری بڑی خوشی کا موجب سمجھیں"

مذکورہ بالا فقرہ شاہی اعلان میں موجود ہوتے ہوئے بھی کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ہندوستانی رعایا کو پادریوں کو جو کہ ہندوستان میں عیسائی مذہب کو پھیلاتے ہیں تنخواہ دینی پڑتی ہے اور جب وہ برطرف ہوتے ہیں اُنکو پنشن دینی پڑتی ہے؟ دوسرے الفاظ میں کیا یہ سخت ناانصافی نہیں ہے کہ کہ ہندو مسلمان سکھ پارسی جین وغیرہ اُن اعلیٰ درجہ کے یورپینوں کے لیے ٹیکس ادا کرنے پر مجبور کیے جائیں جو کہ اُن کے مذہبی عقائد کے خلاف اصول پھیلاتے ہیں اور جن کے اصول ہندوستانیوں کے فائدہ میں اسقدر اختلاف رکھتے ہیں جس قدر کہ مسٹر دادابھائی لارڈ جارج ہملٹن سے؟

اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہوسکتا ہے

ہندوستان میں بہت ہی کم آدمی موجود ہیں جو کہ اس روپیہ کی تعداد سے جو کہ عیسائی مذہب کی اشاعت کے لیے ہندوستان سے لیا جاتا ہے واقف ہوں۔ انڈین اکلیزیاسٹیکل سٹیلشمنٹ کی (ایک سرکاری محکمہ) ۱۸۱۴ء بنیاد پڑی تھی اُس وقت سے رعایائے ہند وبرابر پادریوں کی تنخواہ کی ایک ایک پائی ادا کر رہی ہے۔

ہم ذیل میں نقشہ جس سے کہ مختلف احاطوں کے بشپوں کی تنخواہ تاریخ تقرر اور مقام ظاہر ہوگا درج کرتے ہیں۔

تنخواہ	تاریخ تقرر	بشپ
۴۵ ہزار ۸ سو ۱۳ روپیہ	۱۸۱۴ء	بشپ کلکتہ
۲ ہزار ایکسو ۲۱ "	۱۸۳۵ء	" مدراس
ایضاً ایضاً	۱۸۳۷ء	" بمبئی
ایک ہزار روپیہ	۱۸۴۵ء	" کلمبو
ایضاً ایضاً	۱۸۷۷ء	" رنگون
ایضاً ایضاً	۱۸۷۷ء	" لاہور
ایضاً ایضاً	۱۸۷۹ء	" ٹراونکور
ایضاً ایضاً	۱۸۷۹ء	" چھوٹا ناگپور
ایضاً ایضاً		
ایضاً ایضاً	۱۸۸۹ء	" ناگپور
ایضاً ایضاً	۱۸۹۳ء	" لکھنؤ
ایضاً ایضاً	۱۸۹۶ء	" دہلی
ایضاً ایضاً	۱۸۹۹ء	" کوچین
ایک ہزار تین سو روپیہ	۱۸۲۴ء	ایک نائب کینٹربری بشپ
ایک ہزار روپیہ	۱۸۹۶ء	بشپ یالمکوٹا

مندرجہ بالا فہرست میں صرف بشپ دکھلائے گئے ہیں اب اور عہدوں کے اخراجات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

۱۰- ارکڈیکن فی کس ماہوار ۸ سو روپیہ کل ۸ ہزار روپیہ
۴- " " " " ۳ ہزار ۲ سو "
۳۲- چیلپین " " ۸ " ۸ سو "
۲۵- " بغرض حصول تجربہ فی کس ۴ سو روپیہ کل ۱۰ ہزار "
۴۰- ادنیٰ چیلپین میدان جنگ میں فی کس ۵ سو روپیہ کل ۲۰ ہزار "
۵۰- اعلیٰ چیلپین بغرض ہسپتال فی کس ۸ سو روپیہ کل ۴۰ ہزار "
کرولل اسیٹنمنٹ ... ... ۱۲ " "
آفس ... ... " "
درسی گرجا ... ... ۵ " "
سفر خرچ ... ... ۴ ہزار روپیہ
اخراجات خاص ... ... ۲ " "
مختلف ... ... " " "

اخراجات کی تفصیل یہاں پر ختم نہیں ہو جاتی اسمیں ابھی پنشنیں اور دیگر سیکڑوں اخراجات شامل کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ کم رقم کم و بیش ۴۵ لاکھ روپیہ کے قریب ہے۔

اب یہ معاملہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ عیسائی پادری ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذاہب کے خلاف اصول وعظ کرتے ہیں لیکن تنخواہ پنشنیں وغیرہ کل اخراجات انھیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے سپرد تی ہیں جنکی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ کیا کوئی شخص موجود ہے کہ جو دنیا میں اس عجیب انتظام کی نظیر پیش کر سکے؟ اگر معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا تو عیسائی لوگ کیا خیال کرتے یعنی اگر انکو ہندو پوجاری اور مسلمان ملاؤں کے لیے جو کہ ہندو مسلمان ملازمین سرکار کو اپدیش (وعظ) کرنیکی غرض سے ملازم رکھے جاتے روپیہ دینا پڑتا؟

اصل معاملہ یہ ہے کہ متوسط درجہ کے انگریزوں کے لیے یہ دینی محکمہ بھی روٹی کمانے کا اچھا ذریعہ ہے۔ متوسط درجہ کے انگریزوں کی اولاد ہندوستان میں جسطرح سپاہی اور سویلین بنکر داخل ہوتے ہیں اسی طرح غریب ہندوستانیوں کی گاڑھی کمائی کے ذریعہ عیسائی پادری بھی بنائے جاتے ہیں۔ اب انھوں نے مثل دیگر محکموں کے ملازمین کے کم قیمت روپیہ کا عذر پیش کر کے ترقی تنخواہ کا غل مچانا شروع کر دیا ہے۔

ہندوستان میں اگر ایک گورے سپاہی کی تنخواہ بہت ہی زیادہ ہے تو ہمکو اُس کا معاوضہ کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے کیونکہ وہ ملک کے بیرونی حملوں سے حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح اگر سویلین اور دیگر حکام شاہی تنخواہیں پاتے ہیں وے بھی کم و بیش ملک کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن ان پادریوں کا ہندوستان میں کیا کام ہے؟ جو لوگ دینی محکمہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ ان لوگوں کے لیے جو کہ ان کا بار برداشت کیے ہوئے ہیں ذرہ بھر بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ اُن کے اصول اور رعایا کے اصولوں میں بھی قطبین کا فرق ہے۔ پھر کیا وہ ان گورے سپاہیوں اور سویلینوں کے لیے مفید ہیں جن کے نام سے کہ ظاہرا وہ رکھے جاتے ہیں؟

ہمارا تجربہ تو یہ ہے کہ اگرچہ ۱۸۱۴ء

۱۱

سے کوئی اینگلس برابر سرمن سنتے چلے آرہے ہیں لیکن ہنوز انھوں نے کوئی اخلاقی یا مذہبی ترقی نہیں کی۔ بخلاف اسکے انکی حالت روز بروز بد سے بدتر ہی نظر آرہی ہے۔ فرجی فساد اس وقت بہ نسبت پچاس سال گذشتہ کے بہت زیادہ سننے جاتے ہیں سٹیلیو کے بارہ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ انکو چرچ (گرجا) سے بہت ہی کم تعلق ہوتا ہے۔ عزیب عیسی اور اسکے اصول ہندوستان میں بھی ایسے ہی بدنام ہیں جیسے کہ یورپ میں خدا کی ولدیت اور انسانوں کا شفیع ہونا جوکہ وہ سکھلاتا تھا اُسکے ہندوستان میں رہنے والے پیروں کے لیے مسخر سے زیادہ نہیں ہے ایک گورا پادری جوکہ ان اصولوں کا پرچار (وعظ) کرتا ہے ایک ہندوستانی عیسائی کو اپنے برابر ہرگز نہیں ملنے گا۔ اسطرح ۴۵ لاکھ روپیہ جوکہ دینی محکمہ کے نام سے صرف کیا جاتا ہے سمندر میں پھینک دینے سے زیادہ عمدہ طریق پر استعمال نہیں کیا جاتا ہے +

حضرت حکیم الامّت کا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر دوسرا جزو ایمان کا جس سے تکمیل ہوتی ہے شفقت علی خلق اللہ کہلاتا ہے مخلوق کی ہمدردی اور نوع انسان کی بھلائی کے لیے اپنے مال سے کچھ خرچ کرے رنج میں راحت میں عسر میں یسر میں مصیبت میں خوشی میں ہر حال میں قدم آگے بڑھائے کسی حال میں اللہ تعالے کی نافرمانی نہ ہو۔ اور یہ ساری باتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں کہ صادقوں کا ساتھ دے۔ صادقوں کے ساتھ کے بغیر تقوی کی حقیقت کھلتی ہی نہیں دقائق تقوی کا پتہ ہی نہیں لگتا جب تک انسان صادقوں کی صحبت میں نہ رہے یہ ایک نہایت غلط خیال ہے جو انسان اپنے دل میں سمجھ لیتا ہے کہ میں نیکی کرتا ہوں مخلوق الہی پر شفقت بھی کرتا ہوں محب ملک اور قوم ہوں تہجد گذار ہوں اور یقین کے اعلی مقام پر کھڑا ہوں مجھے کسی صادق کی صحبت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس قسم کا خیال نفس کا دھوکا ہے جو گمراہی کیطرف لے جاتا ہے یہ ایک قسم کا برہموازم ہے

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

کیا تم قرآن کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ یہ انکار کتاب اللہ نہیں تو کیا ہے؟ جب کہ

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

کی ہدایت کی گئی ہے پھر اس حکم کی ضرورت نہ سمجھنا اور عملی طور پر اسکو بیکار ٹھیرانا اس سے بڑھ کر کس قدر ظلم اور حماقت ہوگی؟ - اتقوا اللہ

جو لوگ ایسا کرتے ہیں کہ قرآن شریف کے بعض حصص کا انکار کرتے ہیں خواہ علمی طور پر خواہ عملی وہ یاد رکھیں ان کی پاداش اور سزا بہت خطرناک ہے۔

خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اسی دنیا میں وہ ذلیل ہو جائیں گے اور اب دنیا کی تاریخ کو پڑھ لو اور انبیا علیہم السلام کے معاملات پر غور کرو کہ جن لوگوں نے انکا ساتھ نہیں دیا بلکہ انکار کیا اُن کا انجام کیا ہوا؟ کیا وہ اسی دنیا میں ذلیل اور خوار ہوئے ہیں یا نہیں؟ جہاں تک تاریخ پتہ دے سکتی ہے یا آثار انصاد سے پتہ مل سکتا ہے وہاں تک صاف نظر آئے گا کہ خدا تعالے کا یہ ارشاد صاف اور ثابت شدہ امر ہے۔

میں اس **معیت صادق** کو حصول نیکی اور حصول تقوی کے لیے ایک ضروری چیز سمجھتا ہوں بغیر اسکے حقیقی نیکی کو انسان سمجھ سکتا ہی نہیں اور رضاء الہی کے طریق اسکو معلوم ہی نہیں ہو سکتے ایک انسان اپنے جیسے انسان کی خواہ … اسکی صحبت میں بھی رہے رضا مندی کے طریق کو بدون اسکی اطلاع اور تفہیم کے جب معلوم نہیں کر سکتا تو پھر اللہ تعالے کی رضا کا علم اسکو کسطرح ہو سکتا ہے جب تک خود الہام الہی نہ ہو اور ہر شخص چونکہ ایسی استعداد اور قابلیت نہیں رکھتا اس لیے اللہ تعالے نے ہمیشہ سے یہ قانون مقرر کیا ہے کہ وہ انبیا علیہم السلام کو بھیجتا ہے جو براہ راست مکالمہ الہی کا شرف حاصل کرتے ہیں اور پھر وہ نوع انسان کو ان امور سے اطلاع دیتے ہیں جو خدا تعالی کی رضا کا ذریعہ ہوتے ہیں اور پھر ان آثار اور نتائج کو جو رضاء الہی کا ثمرہ کہلاتے ہیں وہ اپنے وجود میں دکھلاتے ہیں جس پر واقعی طور پر پتہ لگتا اور یقین بڑھتا ہے کہ ہاں یہی بات ہے جس سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے اور یہی حقیقی نیکی ہے اسی لیے میں نے بتایا ہے کہ نیکی کامل نیکی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اللہ تعالے کے فرمودہ کے موافق ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو۔

صادق کی صحبت اور راست بازوں کے ساتھ ہونے کی ضرورت کا مضمون بڑا وسیع مضمون ہے اور اسکے بہت سے پہلوؤں پر بحث کی جا سکتی ہے لیکن میں مختصر طور پر اس کے متعلق کہوں گا۔ قانون قدرت میں اس کے نظائر موجود ہیں خود انسانی جسم کی ساخت اور بناوٹ میں اسکے نمونے نظر آتے ہیں۔

قوموں کی عظمت و جبروت پر نظر کرو اور ان اسباب کی تحقیقات کرو جو اسکی عظمت کا اصل باعث ہوتے ہیں انجام کار تمکو اس نتیجہ پر پہونچنا پڑے گا کہ وہ کسی راستباز کی معیت اور صحبت کا نتیجہ ہیں یہ امر الگ ہے کہ بعد میں اور اسباب بھی اس کے ساتھ مل گئے ہوں۔

میں ایک موٹی تمثیل کے ساتھ اس مضمون کو ذہن نشین کرتا ہوں پہاڑوں کیطرف نگاہ کرو۔ پہاڑ کا لفظ ہی انسان کے اندر ایک عظمت اور شوکت اسکے نام کی پیدا کرتا ہے۔ مگر اصل کیا ہے ذرات کا مجموعہ ہے اب اگر یہ ذرات پراگندہ اور منتشر حالت میں ہوتے تو کیا ہم انکا نام پہاڑ رکھ سکتے؟ ہرگز نہیں۔ یہی ذرات منتشر حالت میں بے شمار تعداد میں ٹیلوں میں موجود ہوتے ہیں کیا کوئی کہتا ہے کہ یہ پہاڑ ہیں؟ کبھی نہیں۔ پس اگر یہ ذرات حالت منتشر میں ہوتے تو ٹیلوں سے زیادہ ان کی شوکت اور وقعت نہ ہوتی۔ اور وہ مفاد اور منافع جو اس ہیئت مجموعی میں جو پہاڑ کی ہے دنیا کو پہونچتے ہیں نہ پہونچ سکتے۔ حالت اجتماعی میں پہاڑ و…

چشمے نکلتے ہیں دریا بہتے ہیں ندیوں نالوں کا سلسلہ جاری ہو سکتا ہے۔ عجیب عجیب قسم کے میوے قسم قسم کی لکڑیاں اور دوائیوں کے سامان پہاڑوں سے حاصل ہوتے ہیں یہانتک کہ بعض بعض مقامات پر بڑی بڑی گرانقدر کانیں بھی نکلتی ہیں غرض ہر قسم کی راحت اور آسایش اور تموّل کا سامان ایک طرح پر پہاڑوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اور بالمقابل الفرادی حالت ٹہلوں کی دیکھلو کہ ریت اُڑتی ہے نہ پیداوار ہو سکتی ہے نہ کوئی درخت ہی پیدا ہوتا ہے نہ کچھ اور غرض ہر طرح سے بربادی بخش اور مہیب نظارہ ہے اس زمانہ میں (جو علوم کا زمانہ کہلاتا ہے اور ہر قسم کی ایجادیں اور ترقیاں ہو رہی ہیں) ان علوم مروجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اجزا کے تفرق سے علحدگی سکر ہی اور توافق سے تقویت پیدا ہوتی ہے۔ یہ تو جمادات کا نظارہ ہے جو مینے دکھایا ہے اب نباتات کو لو۔ اس درخت کو دیکھلو جو اس مسجد میں سامنے کھڑا ہے اسکی شاخیں جو اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں یہ کیسی سرسبز اور خوش نما ہیں۔ ان کی ہر حالت اور ہر صورت خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس وقت جو غذا ان کو اس درخت کے ذریعہ اور پھر اس کے بڑے تنے کے ذریعہ جن کے ساتھ ان کا پیوند ہے پہونچتی ہے وہ بہرحال حصہ رسدی سے پہونچتی ہے۔ لیکن باوجود اس کے بھی وہ شاداب اور سرسبز ہیں۔ اب ان میں سے ایک شاخ کو کاٹ لو۔ اور اسکو عین بہار کے موسم میں کاٹ لو جبکہ خشک درخت بھی کوئی نہ کوئی پتہ نکال لیتے ہیں اور ایک بڑے تالاب میں اس شاخ کو رکھدو۔ اور نتیجہ کا انتظار کرو کیا ہوگا؟ وہ شاخ مرجھا جائیگی۔ خشک ہو جائے گی آخر سڑ جائے گی۔ اور تھوڑی دیر پہلے درخت کے ساتھ رہ کر انسانی زندگی کے لیے ایک نفع رساں اور راحت بخش ہوا کا ذریعہ تھی۔ وہی شاخ اس سے الگ ہو کر مضر صحت مواد اور اسباب پیدا کرنے کا ذریعہ ہو گئی۔ باوجودیکہ اسے پہلے سے زیادہ پانی میں رکھا گیا مگر وہ اسکے لیے آب حیات کے بجائے زہر کا کام دے رہا ہے۔ اب اس کے ہرے بھرے رہنے اور مثمر ثمرات اور نفع رساں ہونے کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ کوئی نہیں لیکن وہی شاخ جب درخت کے ساتھ اس کا پیوند تھا کیسے ثمرات لاتی اور پھل پھول لاکر انسان کے لیے حیوانات کے لیے مفید اور نافع ہوتی ہے + اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ اور عظیم تنے کے ساتھ کا پیوند ہی اس کے لیے مفید اور مثمر ثمرات ہونے کا باعث تھا اور وہ الگ ہو کر کبھی کوئی مفید شے نہیں ہو سکتی +

(باقی آیندہ)

میں کیونکر فرقہ احمدیہ میں داخل ہوا

اَمّا بنعمۃ ربک فحدث

شاید اسکی جوابدہی پبلک میں میرے ذمہ ہو

قبل اس کے کہ میں اُن وجوہات کو بیان کروں کہ جن کے ذریعے اُس قادر حی لا یموت نے مجھے اپنے پاک اور بزرگ سلسلہ میں لے لیا اپنی سابقہ دنیوی و روحانی تعلیم کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہوں تاکہ اہل روزگار اس خاکسار کی بے بضاعتی پر خیال فرماکر میری اغلاط انشا پردازی سے چشم پوشی فرماویں اور میری روحانی تعلیم کو محض قدرتی اور وہبی خیال کریں اور نیز اس امر پر مطلع ہوں کہ کسطرح قادر ذوالجلال نے بلا تحریک غیرے ایک ادنیٰ آدمی کو حق کیطرف کھینچ لیا۔

میں ایک قریہ موضع سڑک دودھلی ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہوں میرے والد مرحوم نے جو ایک دنیادار آدمی تھے بعد ختم قرآن شریف حسب دستور قدیم مجھے ایک استاد اہل تشیع سے شہر سہارنپور میں زبان فارسی کی اور تحریر خط نستعلیق کی ملا قاعدہ ایک ادنیٰ درجہ کی تعلیم دلائی اور علم حساب کسیقدر خود سکھلایا بعد ازاں سہارنپور کے تحصیلی اسکول میں مجھکو داخل کیا گیا جہاں پر میرا نام فرضی طور پر لکھا گیا چونکہ اسمیں تمام مضامین کا امتحان زبان اردو میں دینا تھا اور فارسی کی قوت سے میں ہر مضمون کو جو زبان اُردو میں ہوتے تھے سمجھ سکتا تھا۔ پس مینے کل مضامین ریاضی وتواریخ وجغرافیہ و علم طبیعیات و ہندسہ خود بمدد فارسی ذہن نشین کیے اُستاد کی حاجت نہ ہوئی علم حساب کسور اعشاریہ تک بلا مدد کتاب صرف والد صاحب اور ایک اور شخص سے سیکھے بعد ازاں حساب کے آیندہ دقیق مسائل بمدد کتاب حل کیے مینے حساب کو اُسدرجہ تک حل کیا کہ جہانتک علم حساب کی کتب سہارنپور میں دستیاب ہو سکیں اگرچہ امتحان مڈل کلاس ورنیکلر میں سائنس اینڈ لٹریچر صوبہ میں اسکی ضرورت نہ تھی مگر طبیعت کی جولانی چین نہ دیتی تھی اسیطرح علم ہندسہ میں امتحان میں صرف تین مقالے اقلیدس کے شامل تھے مگر مینے اس علم کے کل مقالے جو دستیاب ہو سکتے ہیں معہ نتائج حل کیے اور اُستاد سے بجز مقالہ اول کے دو شکلوں یعنی ۴۶ کے کوئی شکل نہیں پڑھی صرف بنظر امداد زبان فارسی عبارت کتاب سمجھتا اور کتابی حل کو زبانی تسلیم کرتا۔ غرضیکہ علم ہندسہ میں ایسا ید طولیٰ پیدا کیا کہ میری ہم جماعت طالب علموں نے میرا نام اقلیدس ثانی رکھا جبر مقابلہ کا علم ہماری تعلیم میں نہ تھا مگر مینے لوڈ ہنٹر صاحب کا ترجمہ الجبرا شمس العلما مولوی ذکاء اللہ کا حل اخیر تک کیا۔ اور صرف دو سال داخل مدرسہ کے اندر امتحان ذیکر مڈل میں درجہ اول کی سند حاصل کی اور ریاضی میں سب مضامین سے زیادہ نمبر پائے بعد ازاں صرف چند مہینوں میں والد مرحوم نے مجھے امتحان پٹواری دیکر پاس کرایا اور پھر نوکری کرنے پر مجبور کیا پس میری تعلیم دنیوی اسقدر تھی جو بیان کی گئی اور اس دنیوی تعلیم کے سلسلہ میں دینیات سے مجھے کچھ مس نہ تھا میری خواہش تھی کہ مجھکو آیندہ اور کسی قسم کی تعلیم ملے مگر والد صاحب کو قرضداری نے مجبور کیا چنانچہ مینے نوکری اختیار کی شاید ناظرین خیال کریں کہ دنیوی تعلیم کی مشرح تصویر کیوں کھینچی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ میں دکھلانا چاہتا ہوں کہ فطرت نے مجھے ایک غائر نظر عطا کی تھی حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہی مضمون ریاضی جو سب مضامین میں سخت تر اور جسمیں ہمارے مسلمان بھائی بیٹھے رہتے ہیں اور جسکی فریاد ہماری دنیوی رفارمروں نے یونیورسٹیوں کے نتائج سے اخذ کرکے کر رکھی ہے اُس میں قدرت نے مجھے ممتاز کیا کیا قدرت کا یہ فعل میرے حق میں ایک قدرت نمائی فعل نہیں ہے کہ جسکا شکریہ میں ادا نہیں کر سکتا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

ایام ملازمت میں ایک امام مسجد کی تحریک پر نماز شروع کی مگر چونکہ مسائل نماز سے واقف نہ تھا پس بازار سے فقہ حنفی کے چیند رسالے مالا بدہ منہ وغیرہ خرید کے اور اُسکے مسائل

ذہن نشین کرنے کے بعد مجھکو شوق علم دین کیطرف ہوا جس میں بتدریج بڑے بڑے تراجم دینیات کو جو سہارنپور میں مل سکتے تھے مثل تفسیر قادری و مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ و ترجمہ شرح وقایہ و ترجمہ تاریخ واقدی و ترجمہ شرح عقائد نسفی وغیرہ خرید کرکے دیکھتا رہا ان کتابوں نے میری معلومات دینی یا روحانی کو وسعت بخشی مگر چونکہ یہ تمام تالیفات مقلدانہ تخصی دماغوں کا نتیجہ تھیں اور نیز پچھلے زمانوں کے مطابق تھی انکی بعض مسائل اُس سائنس سے جو میں پڑھ چکا تھا مطابق نہ ہوسے اور علاوہ اسکا اختلافات کا ایک انبار موجود تھا اپنے پاس کوئی ایسا آلہ تھا کہ جس کے ذریعہ انکی جانچ کرتا اُدھر سائنس کے مسائل قطعی الثبوت ہیں پس یہ حالت ایک متزلزل حالت ہوئی از بس سو رائرہ و از آں سو دو مائرہ نہ یہ کتابیں مجھے یہ تعلیم دیسکیں کہ طریق آخرت کے سالک کسطرح وہ عبادات ادا کرتے ہیں کہ جس سے منزل مقصود کو پہونچیں اور انجام میں سمجھ لسکے کہ میں اسکو ایک قانون دینیات سے موسوم کروں کوئی روحانیت نہ ملی خدا کے فضل سے انھیں ایام میں ایک مبسوط کتاب احیاء علوم الدین کا ترجمہ مجھے ملا جس کے پڑھنے سے ایک کامل خوشی ہوئی اور عبادات کی فلاسفی و باطنی شرطیں اور نیز سچا علم اخلاق مجھے اُسکے ذریعہ سے حاصل ہوا میں سچ کہتا ہوں کہ سب تراجم سے زیادہ عزیز میں نے اسے رکھا۔

چونکہ وقتی ضرورت کے مطابق سائنس کے حملوں سے بچانے کا وہ بھی تسکین بخش نہ ہوئی لہذا میں نے نئی روشنی والوں کی کتابیں دیکھنی شروع کی۔ اتفاق سے مجھکو مولوی نذیر احمد بجنوری حال مقیم دہلی کی سائر تصانیف ہاتھ لگ گئیں اور شکر ہے کہ سر سید کی تفسیر وغیرہ اُس موقعہ پر مجھے نہ ملی ورنہ اُس جیسے گرداب ضلالت سے مجھ جیسے بے بضاعت کو جانبر ہونا دشوار تھا۔ مولوی صاحب موصوف نے رویاء صادقہ میں اچھے طور سے ثابت کیا ہے کہ مذہب اسلام بالکل عقل صحیح کے مطابق ہے اور قطعی طور سے فطرت کے مطابق ہے اور اُن غلط فہمیوں کا جو سر سید نے دعا و فرشتوں و جنت و دوزخ کی بابت تفسیر میں کی ہیں مجھ جیسوں کے واسطے کافی جواب دیا ہے اور بہت سے شبہات کو اُن کے ترجمہ قرآن نے میری خاطر سے محو کر دیا۔ البتہ اُن کے لیکچروں کی مذاولت نے جو اکثر انھوں نے انجمن حمایت الاسلام لاہور و نیز ایجوکیشنل کانفرنس و مدرسہ علیہ دہلی کے سالانہ جلسوں میں دیئے ہیں

مجھکو عالم اسباب دنیاوی کا زیادہ گرویدہ بنا دیا جس سے میری اس دینی حالت اور عبادت میں سستی پیدا ہو گئی جواب مجھے حاصل ہوئی ہے جس کا عنقریب ذکر آئے گا اور نہ یہ ہوا بلکہ ایکہزار روپیہ میرے ذمہ قرض ہو گیا جس کے ادا کرنیکی بظاہر کوئی سبیل میسر نہ آئی پس ناچار میں نے وہ طریق چھوڑ دیا۔ قدرت کا یہ فعل میرے حق میں گو سزا کے طور پر تھا لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ من وجہ رحمت بھی تھا کہ میں نے ہر ایک قسم کے بکھیڑوں سے آزاد ہو کر دار الامان کا راستہ لیا۔

ہاں جہاں پر مولوی نذیر احمد کے لیکچروں سے عالم اسباب کی طرف جھکا پھر اُس سے یہ بات بھی حاصل ہوئی کہ مقلدانہ خیالات سے محققانہ خیالات کا پابند ہو گیا اور مجدد زمانہ کی بعثت کی مجھے ضرورت محسوس ہوئی اور نیز مرزا حیرت کی جدید تصانیف پر جو انھوں نے محققانہ طریقہ پر ضرورۃ وقت کے مطابق کی ہے میری نظر حاوی ہو گئی غرضکہ مقلدانہ خیالات میری طبیعت سے یک لخت محو ہو گئے اور ان ظاہر بین علما کی جنکے خیالات سطحی ہیں میری نظر میں کچھ وقعت نہ رہی۔

اس قدر تمہید کے بعد اصل مطلب کیطرف رجوع کرتا ہوں میں نے جو عنوان مضمون میں درج کیا ہے کہ میں کیوں فرقہ احمدی میں داخل ہو گیا یہ فقرہ بالکل مسٹر ویب الگزنڈر رسل ویب نو مسلم امریکہ کے اُس فقرہ کے مشابہ ہے جسکو انھوں نے اپنی کتاب موسومہ اسلام کا عنوان کیا ہے اور چونکہ مجھکو بھی اسلامی تعلیم اُسی طریقہ پر سکھلائی گئی جیسا کہ انھوں نے اپنی تعلیم مذہبی کا حال قلم بند کیا ہے اور نیز مجھے یہ بھی زبانی ایک شخص کے ظاہر ہوا ہے کہ وہ بھی حضرت اقدس کی تحریک اور تحریر سے اسلام میں آیا اور ابتک آپکا معتقد اور اسی طریق سے اس سلسلہ مبارکہ احمدیہ میں داخل ہے پس اب دو وجہ مشابہت کی ہو گئیں ہیں۔

میں اپنے بچپن کے زمانہ میں مردوں اور عورتوں سے سنا کرتا تھا کہ اب امام مہدی کا ظہور ہونیوالا ہے کیونکہ تیرھویں صدی ختم ہو رہی ہے بعد ازاں ایک نظم کی کتاب آثار محشر مجھے ملی کہ جس کے اندر صاف یہ نشان معہ دیگر نشانوں کے درج تھا کہ مہدی کیوقت میں ماہ رمضان میں کسوف و خسوف ایک ہی سال میں ہوں گے سو یہ واقعہ ۱۳۱۱ھ میں میں نے اور بہت لوگوں نے دیکھا اور نماز کسوف

اور خسوف بھی پڑھی گئی سو اُسوقت یہ خیال پیدا ہوا کہ ضرور اب حضرت امام مہدی کا زمانہ ہے اور بہت قریب انکا ظہور ہونیوالا ہے اور غالباً عرصہ تین سال کا ہوا ہوگا کہ مجھکو ایک کتب فروش سے رسالہ تصدیق المثیل و نیز ایک ماہواری رسالہ الحق سیالکوٹ ملا جسمیں اُس پرچہ میں کسوف و خسوف کا ماہ رمضان میں مقررہ تاریخوں پر ہونا اور حضرت اقدس کا خوشی منانا اور ہزار سو آدمیوں کو کھانا کھلانا اور خیرات کرنا درج تھا اور دیگر مضامین بھی تھے اور شروع میں قرآن کریم کی پیشگوئی

الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ

الخ کی مفصل و مشرح تصویر کھینچی گئی ہے اور بعد ازاں حضرت اقدس کی کسی پیشگوئی کو اسپر منطبق کیا گیا ہے اگرچہ یہ مضامین حضرت اقدس کے قلم سے نکلے ہوئے نہ تھے مگر تاہم انہیں حق کی چمک ہویدا تھی اور کسوف و خسوف کا واقعہ اُسپر اور روشنی ڈالتا تھا مگر انکے ساتھ ہی ایک رسالہ کسیکا تکذیب المثیل مجھے ملا جس کے اندر وہی تحریفی یا ظاہری معنی قرآن و حدیث کے لفظوں کے تھے مگر چونکہ میں علم عربی سے ناآشنا تھا اور کوئی کتاب حضرت اقدس کی مدلل مجھے نہ ملی لہذا خاموش ہو گیا۔

اکتوبر ۱۹۰۱ء میں جب شیخ زین الدین صاحب و حافظ فہیم الدین صاحب تاجران کتب سہارنپور چند رسالے حضرت اقدس کے دار الامان سے لے گئے انہیں سے تحفہ گولڑویہ معہ اور تین چھوٹے رسالوں کے مجھے ملگیا جسکے اندر ایک کافی ذخیرہ حضرت اقدس کے دعویٰ کے ثبوت کا ہے اور نیز مخالفین کے شبہات کا بھی مختصراً کافی جواب ہے پس وہ شبہات کل سے دور ہو گئے میں نے حضرت کی تصنیف میں وہ نور حق کی چمک پائی کہ جو بغیر تائید ربّانی ناممکن ہے۔ غرضکہ فوراً دیکھتے ہی بذریعہ عریضہ کے تصدیق کری مگر اُسی وقت سے دلکو اشتیاق و بیعت کا بڑا انتظار ہو گیا مگر دنیوی امورات مانع رہے۔

۴ ستمبر ۱۹۰۲ء کو میں دار الامان کیطرف روانہ ہوا اور سارے راہ یہ دعا کرتا رہا کہ یا الٰہ العلمین ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ چنانچہ بفضل ایزد منان ۵ ستمبر ۱۹۰۲ء کو دار الامان میں داخل ہوا راستہ میں قادیان کے دو مرد اور ایک عورت جنمیں سے ایک آریہ تھا بٹالہ سے یکہ میں میرے ساتھ سوار ہوئے میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا چال چلن کیسا

حضرت حجۃ اللہ امام الملّت کے مکتوبات

ایک شیعہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہٗ و نصلی

مکرمی اخویم مولوی سید حسین صاحب -
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ آپکا عنایت نامہ
مجھکو ملا تعجب ہے کہ جس حالت میں اس عاجز کے
الہام کی نسبت شکوک و شبہات ہیں تو میرا الہام
کیونکر آپ کیلئے تسلی بخش ہوگا یہ تمام دعوی بھی الہام
ہی پر مبنی ہیں پھر جب آپنے لکھا ہے کہ آپ نے حد سے
بڑھکر ایک بڑے پایہ پر قدم رکھا اور کتاب اللہ
و احادیث کے صریح معنوں کو چھوڑ دیا تو پھر اس
حالت میں آپ کسی دوسرے الہام کو کب عزت کی
نگاہ سے دیکھیں گے عزیز من نہ میں نے قرآن کریم کو چھوڑا
اور نہ احادیث رسول صلعم کو لیکن جو لوگ قرآن
اور حدیث میں غور نہ کریں ان کا علاج میں کیا کروں
میں نے اپنی کتاب حمامۃ البشری اور رسالہ اتمام
الحجۃ اور نور الحق وغیرہ میں ان مضامین کو بسط سے
لکھا ہے - پھر اگر کوئی نہ سمجھے تو اس کا علاج انسان
کے ہاتھ میں نہیں پیچ کے ڈھونڈنے والے فروع پر
زور نہیں مارتے بلکہ اصول کو دیکھتے ہیں - پھر جبکہ
قرآن اور حدیث اور آثار صحابہ اور آئمہ دین کے
صریح اقرار سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسٰے فوت ہو گئے
تو آپ کس عالم میں مسیح کو آسمان سے اتارنا چاہتے ہیں
اگر آپ میرے پاس آویں یا میری کتابوں کو غور سے
دیکھیں تو میں ہرگز باور نہیں کرتا کہ آپ اس بیہودہ
اعتقاد پر ایک ساعت کے لئے بھی قائم رہ سکیں
مگر انصاف شرط ہے اور امید رکھتا ہوں کہ آپ منصف
مزاج ہونگے - صرف قلت معلومات آپکو مانع ہو رہی
ہے - کیا عمدہ ہو کہ آپ ایک یا دو ہفتے کے لئے میرے
پاس آجاویں تا آپ کی پوری تسلی ہو اور آپکا ایمان
اس صدمہ سے بچ جاوے جو غلط فہمی کا لازمی نتیجہ
ہوا کرتا ہے - آپ نے قلم اٹھا کر کئی باتیں ایسے
طور سے لکھدیں جو تقویٰ سے بعید ہیں - اور اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے لا تقف ما لیس لک بہ علم -
افسوس آپ کو پیشگوئیوں کا حال معلوم نہیں وہ تو
درحقیقت پوری ہو چکی ہیں مگر آپنے کتابیں نہیں
دیکھی ہیں میں آپ پر یہ الزام نہیں لگاتا کہ آپ نے
عمداً حق سے گریز کی ہے خدا تعالیٰ ہر مومن کو اس بیجا
حرکت سے محفوظ رکھے مگر بیشک آپ پر یہ الزام ہے
کہ آپنے باوجود بے خبری کے جلدی رائے ظاہر کردی

غلام مولا ۱۰/۱۰/۰۳

مومن کی یہ شان ہونی چاہیئے کہ وہ جلدی نہ کرے
اور فدک کی بابت جو آپ کو گھبراہٹ ہے میں اسمیں
تعجب ہی کرتا ہوں کہ یہ گھبراہٹ کیوں ہے علماء
کے اتفاق سے باغ فدک غنیمت کی اس قسم سے
تھا جسکو فی کہتے ہیں چنانچہ علمائے شیعہ بھی اس کے
قائل ہیں اور قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت
ہوتا ہے کہ فی میں نہ ہبہ ہو سکتا ہے اور نہ تقسیم ہو سکتی
ہے - اس صورت میں اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
نے فدک کا دعویٰ کیا تو حضرت فاطمہؓ کی غلطی ہے
قرآن شریف فرماتا ہے کہ فی ایک مشترک چیز ہے -
جسمیں مہاجرین ابن السبیل اور ذوالقربیٰ وغیرہ
سب داخل ہیں پھر وہ حضرت فاطمہؓ کو کیونکر دیا جاتا
چنانچہ یہی مقدمہ حضرت عمرؓ کے خلافت کیوقت حضرت
علیؓ و حضرت عباس نے حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا
تھا اور ہر ایک نے اپنے حق کا دعوےٰ کیا تو حضرت عمرؓ نے
ان کے حوالہ اس شرط سے کر دیا کہ وہ اس کے متولی ہو کر
وہ تمام حقوق ادا کریں جو قرآن شریف میں درج ہیں
اور انہوں نے تقسیم کی درخواست کی تو وہ نامنظور
ہوئی - حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے ذکر کیا کہ
باغ فدک آنحضرتؐ نے حضرت فاطمہؓ کو ہبہ کر دیا تھا
مگر حضرت عباسؓ نے اس بیان کی تکذیب کی اور اسکی
صحت سے انکار کیا - غرض فی میں نہ تقسیم ہوتی ہے
نہ ہبہ ہوتا ہے - قرآن شریف کے اگر کوئی مخالف حدیث
ہو تو وہ ترک کرنے کے لائق ہے شیعوں کی معتبر
کتاب کلینی میں لکھا ہے اگر کوئی حدیث قرآن کے
مخالف ہو تو وہ قبول کرنے کے لائق نہیں اور آپکی
یہ کسقدر غلطی ہے کہ آپ خیال کرتے ہیں کہ سلیمان
داؤد کا وارث ہوا - آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت داؤد
کے انیس بیٹے تھے پس اگر یہ مال کے وارث ہیں تو
سلیمان کی تخصیص سے معنے فاسد ہوتے ہیں اس لئے
آیت کے معنے یہ ہیں کہ داؤد کی نبوت داؤد کی بادشاہی
داؤد کا علم حضرت سلیمان کو ملا بھائیوں کو نہیں ملا
پس یہ آیت تو اہل سنت کے مفید ہے نہ شیعہ کے
کیونکہ اس آیت سے صاف پایا جاتا ہے کہ دوسرے
بھائی ان چیزوں کے وارث نہیں ہوئے جن کا
سلیمان وارث ہوا اسیطرح توریت سے ثابت
ہوتا ہے کہ موسیٰ اپنے باپ کا وارث نہ ہوا اور
نہ موسیٰ کا بیٹا اسکا وارث ہوا - ایسا ہی انجیل سے ثابت
ہے کہ حضرت مسیح جن کے چار بھائی اور تھے یعنی یعقوب
وغیرہ یہی بھائی حضرت مریم کے وارث ہوئے اور حضرت
مسیح نے صاف لفظوں میں وراثت سے دستبرداری
ظاہر کی پھر دیکھئے کہ یہ حدیث لا نورث و ما ترکنا
فہو صدقۃ جو حضرت ابوبکرؓ نے سنائی ہے اسکی
ہم مضمون کلینی میں ایک حدیث موجود ہے اور کلینی
شیعوں میں وہ کتاب ہے جو اسکی شان میں لکھا ہو
کہ مہدی موعود صاحب الزمان نے اس کی تصدیق

کر دی ہے گویا صاحب کلینی نے یہ کتاب ان کو دکھلائی
اور انہوں نے اس کی صحت کی تصدیق کیا پھر جبکہ
ایسی مقدس کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو حدیث قرآن
کے مخالف ہو وہ ردی ہے اور نیز یہ کہ وراثت دنیا
کا مال نہیں ہوتی - یہ فیصلہ شیعوں کے اقرار سے ہو گیا
باقی رہا یہ وہم کہ حضرۃ فاطمہؓ نے کیوں دعویٰ کیا اسکا
جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو فدک سے کچھ ملتا ہوگا
اور شاید آنحضرت صلعم نے مجمل طور پر کچھ فرمایا ہوگا سو
بشریت سے حضرت فاطمہؓ کے اجتہاد میں غلطی ہوئی کہ
انہوں نے کہدیا کہ یہ سب میرا مال ہے اور قابل تقسیم
ہے علاوہ اس کے اس آثار کے لفظ محفوظ نہیں خدا
جانے حضرت فاطمہؓ نے کیا کہا اور راوی نے کیا یاد رکھا
کیا - قرآن شریف مقدم ہے اور اگر حضرت فاطمہؓ جناب
الصدیق رضی اللہ عنہ سے آزردہ ہوئیں تو توجیہات
نہیں - جب وہ خود غلطی پر تھیں تو ان کی آزردگی
کچھ چیز نہیں ہے - حضرت ابوبکر خلیفۃ اللہ تھے ان کا حکم
خدا کا حکم تھا - والسلام - خاکسار غلام احمد

تفسیر القرآن بالقرآن

یہہ ایک بینظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم
خانصاحب ایم بی نے کمال محنت کیساتھ تصنیف
فرماکر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان عم
اور مولانا نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ
سنادی تھی - مسیح الزمان عم نے وقتاً فوقتاً اسکی
نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ ہے شیریں
بیان ہے قرآنی نقات خوب بیان کئے ہیں -
دلو نپر اثر کرنیوالی ہے حضرت مسیح الزمان اور مولانا
نور الدین علیہما السلام لبعض بعض جگہ اصلاح بھی
کی تھی اب بفضل ربانی سے چھپکر طیار ہو چکی ہے -
خریداران الحکم والبدر کو بارہ عم کی تفسیر مفت محض
۱/ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جا سکتی ہے قیمت
بلا جلد ۲ روپے پارہ دوم کی قیمت ۶/ عم کے
پارہ کی قیمت ۲/ - المشتہر خاکسار فتح محمد خان افغان مہتمم
مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال پنجاب - تمام درخواستیں
مشتہر کے نام تراوڑی آنی چاہئیں یہ تفسیر القرآن الحکم والی ہے -

ایک خط

عنایت فرمائے بندہ جناب فیضماب ماسٹر نورالدین صاحب زاد عنایتہ

پس از سلام مسنون التماس ہے کہ کل بروز پنجشنبہ مورخہ ۲۰ مارچ آپ سے جب اثنائے راہ میں ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم معجزات سے انکاری ہو میں نے اوسوقت بھی آپ کو یہی جواب دیا تھا کہ میں ہرگز معجزات انبیاء سے انکاری نہیں ہوں ہاں شرک سے مجھکو انکار ہے چونکہ وہ وقت تنگ تھا مجھکو موقع فرصت حاصل نہ تھا۔ بالاختصار میں نے تقریر بیان کی تھی سو مہربان من میں شکر اس امر کا کرتا ہوں کہ آپ ذی علم ہیں۔ اور فہیم ہیں بہت سے جہل مرکب مجہول مطلق لوگ مجھ سے الجھتے تھے اور متکبرانہ طور پر اولجھتے تھے میں اپنے دل میں یہ کہتا تھا۔ کہ کیا یہ جہلاً متکبرانہ اولجھنے سے اونچے ہو سکتے ہیں کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ سکتے ہیں۔ یہ لوگ اوس ذات سے نہیں ڈرتے جسکا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے مگر اس خیال سے کہ یہ لوگ مخاطب بنانے کے قابل نہیں ہیں ناحق کیوں میں اپنے عزیز وقت کو ضائع کروں اعراض کرتا تھا۔ اس مکالمہ میں مجھکو امید ہے کہ میری تحریر و تقریر کا کوئی مفاد حاصل ہوگا کیونکہ آپ ذی علم ہیں اور مخاطب صحیح ہیں۔ مہربان من میری اس تحریر کو آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور کسی عالم کو بھی دکھالیں جنکو اپنے رائے میں آپ معتبر خیال کرتے ہوں اس تحریر میں وہ ہی اصول ہیں جو قرآن کریم نے معتبر ٹھہرائے ہیں۔ معجزہ کی حقیقت کا بھی بیان دلائل شافیہ سے کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو مرجاتا ہے پھر وہ دنیا میں نہیں آتا۔ اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قرآن شریف میں احیاء موتیٰ سے کیا مراد ہے۔ فقط۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں فرماتا ہے کہ ھو الذی انزل علیك الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتٰب و اُخر متشابھات

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں آیات محکمات بھی ہیں اور متشابہات بھی ہیں یعنی محکمات۔ اور متشابہات میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے۔ بہت اقوال لکھے ہیں اس تحریر میں یہ عاجز وہ قول بیان کرتا ہے جو مختار اصولیین و مفسرین کا ہے اب غور وغائر کو کام فرمائیگا۔ محکم سے مراد وہ آیت یا کلمہ ہے جو بسبب تفسیر کرنے شواہد و نظائر قرآنی کے یا کسی اور قرائن قویہ اور دلائل بینیہ کی وجہ سے متعین المعنی ہو اور سوائے ایک معنے کے دوسرے معنے کا احتمال ناشی عن الدلیل اوسمیں نہ ہو اور متشابہ وہ ہے جو ذو الوجوہ ہو۔ اور معین ما لمعنے نہ ہو۔ بلکہ بعد غور و فکر کرنے کے اوس کے معنے وہ لئے گئے ہوں جو محکمات کے موافق ہوں اور مخالف محکمات نہ ہوں۔ محکمات کو ام الکتٰب اس لئے فرمایا ہے کہ وہ اصول ہیں۔ اور متشابہات اون کی فروع ہیں۔ جنکا رجوع ہونا محکمات کی طرف ضروری ہے ورنہ محکمات ام الکتٰب نہ ہینگی۔ چونکہ اسمیں یہ ہی سِرّ اور بھید تھا کہ محکمات اصول ہیں۔ اسی لئے اونکو جناب باری نے ام الکتٰب فرمایا۔ پس یہ امر تو اس آیت سے ثابت و محقق ہو چکا کہ معنے متشابہات کے موافق محکمات کے لینا واجب اور ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ خداوندکریم حکیم مطلق نے متشابہات کو فرقان حمید میں کیوں بیان فرمایا۔ تمام مسائل کو بطور محکمات کے کیوں نہیں بیان فرمایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے انسان بغیر استعمال قوائے ظاہری اور خوارج جسمانی کے مستحق اجر و ثواب نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض مسائل میں بغیر صرف کرنے قوائے علمیہ کے استحقاق ثواب حاصل نہیں ہو سکتا دیکھو اگر کوئی محسوسات و مشاہدات کے بارہ میں یہ کہے کہ میں آسمان پر ایمان لایا تو یہ ایمان لانا اوس کا موجب ثواب نہیں۔ اس لئے کہ اسمیں قوائے علمیہ اور طاقتہائے عقلیہ کا استعمال نہیں ہوا اسی واسطے اللہ تعالیٰ مومنین کے صفات میں ارشاد فرمایا ہے یؤمنون بالغیب اور نیز یہ بات اسمیں ہے کہ اگر کل مسائل بطور محکمات ہی کے بیان کئے جاتے تو جسقدر علوم حکیم مطلق نے پیدا فرمائے ہیں وہ سب ضائع ہو جاتے اور پھر علماء اور جہلاء میں فرق ہی کیا ہوتا۔ حالانکہ خداوندکریم رافع الدرجات فرماتا ہے یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم و الذین اوتوا العلم درجات

پس کیا ہی خوب ہو کہ اس اصل قرآنی کے مطابق ہمارے مخالف لوگ فیصلہ چاہیں اور غور و فکر کے ساتھ سمجھیں کیونکہ یہ آیت بھی سورہ آل عمران میں ہے اور جس آیت میں نزاع واقعہ ہے وہ بھی سورہ آل عمران میں ہے اب کسی قدر بقیہ آیت بیان کرتا ہوں فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ و ما یعلم تاویلہ الا اللہ و الراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا و ما یذکر الا اولوا الالباب

اس آیت سے ثابت ہے کہ اتباع متشابہ بنا بر ابتغاء فتنہ موجب زیغ ہے اور ابتغاء فتنہ اسی صورت میں ہے کہ جب تاویل متشابہ کی مخالف محکمات کیجاوے اور اپنے خیالی عقائد کے بموجب معنے متشابہ کے لئے جاویں جن لوگوں کا عمل درآمد اور دستور العمل ایسا ہوتا ہے اون کا نام اللہ تعالیٰ نے فی قلوبھم زیغ فرما رکھا ہے یعنی کج طبع اور کج فہم اون کے دلوں میں کج رفتاری ہے دوسرا گروہ راسخون فی العلم کا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جو معنے متشابہ کو موافق محکمات کے لیتا ہو میں اسوقت اسمیں گفتگو نہیں کرنا چاہتا کہ الا اللہ پر وقف لازم ہے یا نہیں۔ مگر اسقدر لکھنا ضرور خیال کرتا ہوں کہ اگر علم معنی متشابہات کا کسی کو نہ دیا جاتا تو راسخ فی العلم بھی کوئی نہ ہوتا۔ اور اولوالالباب بھی نہ ہوتا اس سے مفہوم ہوا کہ متشابہات کی ایسی تاویلات جو محکمات کے موافق ہوئی۔ ان تاویلات کا علم مقربین انسانوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ جس کے سبب سے وہ گروہ راسخون فی العلم اور اولوالالباب کے نام سے موسوم ہوئے ہیں اب یہ گذارش پیرواز ہوں کہ ہمارے مخالفوں کو اگر اس اصل قرآنی کے مطابق فیصلہ کرنا منظور ہے۔ تو بندہ بھی اسی طریق فیصلہ کو پسند کرتا ہے اور اسی فیصلہ کے مطابق۔ معنی آیات متنازعہ فیہا کے بیان کرتا ہے۔ اگر وہ سلیم الطبع۔ اور سعید الفطرت ہونگے تو تسلیم کرینگے اور جو لوگ ایمانی نور اور فراست ایمانیہ سے محروم ہیں وہ نہیں مانیں گے بلکہ رد و انکار پر کھڑے ہو جائیں گے اور فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یؤمنون کا خلاف کرینگے۔

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرًا باذن اللہ و ابرئ الاکمہ والابرص و احیی الموتیٰ باذن اللہ

بعض جہل مرکب اور گرفتار ان آیات سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم انواع و اقسام کے پرندے پیدا کیا کرتے تھے اور مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ واضح ہو کہ یہ آیات متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنے کرنا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے ارادہ سے مسیح کو صفت خالقیت میں شریک کر رکھا تھا اور نیز اپنے اذن سے صفت احیاء میں شریک بنا رکھا تھا۔ صریح الحاد ہے۔ اس لئے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی غیروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اوس کی خدائی باطل ہوتی ہے۔ اور ان لوگوں کا یہ عذر پیش کرنا کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسےٰ پرندوں کے خالق تھے بلکہ یہ طاقت قادر مطلق نے اپنے اذن سے اون کو دے رکھی ہے اور اپنی مرضی سے اون کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنایا تھا اور یہ اوسکو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنائے وہ تو قادر مطلق ہے۔ ایسے عذرات بالکل مشرکانہ باتیں ہیں ایسے عذر کرنے والے سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ خداوندکریم اپنے مارنے پر بھی قادر ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو قادر مطلق نہ رہا۔ اگر ہے تو موت باری ممتنع بالذات نہ رہی ان عقل کے اندھوں سے پوچھے کہ خاصہ کی تعریف تو یہ ہے یوجد فیہ لا یوجد فی غیرہ حالانکہ قرآن شریف میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے سورہ روم پارہ ۲۱ میں اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکائکم من یفعل من ذالکم من شیء سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون۔

اللہ تعالیٰ وہ ہی ہے جس نے تمکو پیدا کیا۔ پھر تمکو روزی دی۔ پھر تمکو مارے گا۔ پھر تمہیں زندہ کریگا

کیا کوئی ہے تمہارے شریکوں میں سے ہے جو کر سکے ان کاموں میں سے ایکو اور اسی طرح (سورہ مومنون پارہ ۱۸) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وھو الذی یحیی و یمیت ولہ اختلاف اللیل والنھار - افلا تعقلون) اور وہ ہی جلاتا اور مارتا اور اسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا سو کیا تم نہیں سمجھتے اتنی بات دیکھو یہ آیات کیسی ظاہر ہیں کہ کیسا ہی کم فہم ہوگا وہ سمجھ جائیگا کہ خالقیت و رازقیت - احیاء - اماتت - تقلب لیل و نہار۔ یہ سب اوصاف مخصوصہ اور خاصہ الوہیت ہیں۔ مگر ہمارے مخالف بالکل نہیں سمجھتے ہیں۔ علاوہ بریں ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا اب تم شناخت کر سکتے ہو کہ ان پرندوں میں کتنے پرندے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے مخلوق ہیں اور کتنے پرندے ۰۰ ایسے ہیں جو اون پرندوں کی نسل میں سے ہیں جنکو حضرت مسیح نے پیدا کیا تھا پھر ہمارے مخالف لوگوں کے پاس اس آیت کا کیا جواب ہے۔

(اجعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ شیٔ و ھو الواحد القھار) ترجمہ کیا اونہوں نے خدا تعالیٰ کے شریک ایسی صفات میں ٹھہرا رکھے ہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ خالق ہے وہ بھی خالق ہیں پس اس دلیل سے اونہوں نے اونکو خدا مان لیا۔ اون کو کہدے (اے محمد صلعم) کہ ثابت شدہ یہ ہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہر ایک چیز کا ہے اور وہ ہی اکیلا ہر چیز پر غالب اور قاہر ہے اگر ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کی صفات میں شریک ہونا جائز ہوگا گو اوسکی اذن و حکم سے ہی سہی۔ اور نیز ایسے خالقوں کے سامنے فتشابہ الخلق علیھم کی مجبوری سے خالق حقیقی کی معرفت مشتبہ ہو جائیگی۔ پس جہل مرکب لوگوں کا یہ اعتقاد کہ پرندوں کی نوع میں سے کچھ تو خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور کچھ حضرت عیسےٰ کی سراسر مشرکانہ خیال ہے اور ایسا خیال رکھنے والا بلا شبہ دایرہ اسلام سے خارج ہے اور ان کا وہ عذر کہ ہم حضرت مسیح کو ذاتی طور سے خالق طیور نہیں مانتے بلکہ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفتیں اون کو عطا کر دی تھیں۔ اس کی بیخ کنی پورے طور سے پہلے میں کر آیا ہوں۔ کہ خلق اوصاف خاصہ الوہیت سے ہے اور خاصہ غیر میں نہیں پایا جاتا ہے علاوہ ازیں خدا کا وحدہ لاشریک ہونا باطل ہو جائیگا اور اگر اوصاف مخصوصہ خدائی عباد میں تقسیم ہو سکتے ہیں اور خدا تعالیٰ اونکو ایسی طاقت بخش سکتا ہے اور اون کی فطرت میں یہ طاقت خداوند تعالیٰ نے رکھی ہے۔ ایسی صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب صحیح و درست ہو جائینگے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کسی بشر کو اپنے اذن سے اپنی طرح عالم الغیب بھی بنا سکتا ہے اور علم غیب کی بھی طاقت اوسمیں رکھ سکتا ہے۔ جسقدر دنیا میں مخلوق پرست لوگ ہیں اون کا بھی یہ ہی قول ہے کہ ہمارے معبودوں کو خدا تعالیٰ نے خدائی کی طاقتیں دے رکھی ہیں۔ اب اعلیٰ و برتر وہ ہی ہے اور یہ صرف چھوٹے خدا ہیں تعجب ہے کہ یہ لوگ یا رسول اللہ کہنا شرک کا کلمہ سمجھ کر منع کرتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح کو خدائی کا حصہ دار بنا رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کا در اصل یہ ہی اعتقاد ہے کہ خدائی ہی مخلوق میں تقسیم ہو سکتی ہے اور خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی صفت خالقیت و رازقیت و قادریت وغیرہ میں ہمیشہ کے لئے شریک کر دیتا ہے تو ناحق ان لوگوں نے کیوں اپنے بدعتی بھائیوں سے اسقدر جنگ و جدل شروع کر رکھی ہے وہ بیچارے بھی تو اپنے اولیاء کو خدا نہیں مانتے صرف یہ ہی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اذن سے کچھ کچھ طاقتیں اونہیں دے رکھی ہیں اور اونہیں طاقتوں کی وجہ سے جو باذن الہیٰ اونکو حاصل ہیں وہ کسی کو بیٹا دیتے ہیں اور کسیکو بیٹی اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ نذریں نیازیں لیتے ہیں اور مرادیں دیتے ہیں۔ یہ کلام تو علی العموم سب اوصاف مخصوصہ باری کی نسبت تھا اب خاص احیٔ الموتےٰ کی نسبت کلام کیا جاتا ہے۔

بعض نے اپنی رائے سے اسمیں کہدیا ہے یا اسرائیلیوں کی کتاب سے اونہوں نے اخذ کر کے کہا ہے کہ مسیح نے جن مردوں کو زندہ کیا تھا اونمیں بعض بعض تو ایسے ہوئے کہ پھر بعد اس احیاء کے اون کی اولاد ہوئی اور پھر دنیا میں اگر عرصے تک رہے یہ ہے مسیح نے چار شخصوں کو زندہ کیا اونمیں سے ایک لعازر جس کے اولاد وغیرہ ہوئی اور عرصے تک رہا سہا۔ چنانچہ عیسائی لوگ بھی یہ کہتے ہیں کہ لعزر کو مسیح نے زندہ کیا۔ ناظر تعبیر سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ یہ روایت اسرائیلیوں کی کتابوں سے لی گئی ہے۔ حالانکہ ان قصص کا ثبوت نصوص صریحہ محکمہ قرانیہ اور احادیث صحیحہ سے کچھ بھی بیان نہیں کیا۔ باوجود اس کے کہ آیات محکمات قرانیہ اور احادیث صحیحہ مرفوعہ اس کے مخالف اور مباین ہیں۔ اب اون آیات محکمات فرقانیہ اور احادیث صحیحہ کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیے۔ اور جو جو اشکال و دلائل پیش کرتا ہوں اون کو بامعان نظر معائنہ فرما دیں۔ ابھی تو مخالفین کی خیالی عقائد اور خیالی معنے کی اودھیڑ ہو رہی ہے مذکورہ بالا آیات کے معنے جو راسخون فی العلم کے نزدیک ہیں۔ اون کو بعد میں بیان کرونگا۔ اوسوقت مخالفین کی کج فہمی نصف النہار کی طرح ظاہر ہو جائیگی دیکھو مذکورالذیل آیات و احادیث کو۔ اور انصاف کرو کہ حقیقی موت کے بعد انسان زندہ ہو کر اس دنیا میں نہیں آسکتا۔ سورہ انبیاء میں آیا ہے (وحرام علی قریۃ اھلکنا ھا انھم لا یرجعون) ترجمہ جس قریہ کے لوگوں کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں پھر اون کا لوٹنا ہمنے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ بعض نے اس کے یہ معنے بیان کئے کہ ضروری ہے اہل قریہ پر جنکو ہم نے ہلاک کیا۔ چنانچہ معالم میں لکھا ہے (معناہٗ واجبٌ علیٰ اھل قریۃ اھلکنا ھم انھم لا یرجعون الی الدنیا) اور نیز اسی سورہ انبیاء میں دوسری جگہ آیا ہے (وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون) اور نیز سورہ یٰسین میں آیا ہے۔ (الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون) ترجمہ کیا اون لوگوں نے نہیں دیکھا کہ اون سے پہلے بہت سے زمانہ کے لوگوں کو مار ڈالا ہے اور پھر دنیا میں وہ لوگ اون لوگوں کے یہاں واپس نہیں آئے۔

دیکھو یہ کلمہ کہ اون سے پہلے بھی بہت سے لوگوں کو مار ڈالا اور پھر وہ دنیا میں نہیں آئے۔ یہ دنیا میں استقرائی کے طور پر ایک استدلال لطیف ہے کیونکہ قیاسات کے جمیع اقسام میں سے استقراء کا مرتبہ ایسا عالیشان مرتبہ ہے کہ اگر یقینی اور قطعی مرتبہ سے اوس کو نظر انداز کر دیا جائے تو دین و دنیا کا تمام سلسلہ بگڑ جائے۔ اگر ہم غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حصہ کثیر دنیا کا اور ازمنہ گذشتہ کے واقعات کا ثبوت اسی استقراء کے ذریعہ سے ہوا ہے مثلاً ہم جا سو قت کہتے ہیں کہ انسان مونہہ سے کھاتا آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا اور ناک سے سونگھتا اور زبان سے بولتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی مقدس کتاب پیش کرے اور اسمیں یہ لکھا ہو کہ یہ واقعات زمانہ گذشتہ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ پہلے زمانہ میں انسان آنکھوں کے ساتھ کھایا کرتا تھا اور کان کے ذریعہ سے بولتا تھا اور ناک کے ذریعہ سے دیکھتا تھا یا مثلاً یہ کہے کہ کسی زمانہ میں انسان کی آنکھیں دو نہیں ہوتی تھیں بلکہ بیس ہوتی تھیں دس تو سامنے ہوتی تھیں اور دس پشت پر لگی ہوئی تھیں۔ اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ گو فرض کے طور پر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ایسی کتاب ایک مقدس کتاب ہے اور ان عجیب تحریروں کا لکھنے والا کوئی مقدس ہے مگر ہم اس یقینی نتیجہ سے کہاں اور کدہر گریز کر سکتے ہیں جو قیاس استقرائی سے پیدا ہوا ہے۔ میرے رائے میں ایسے بزرگ مفسر بھولے بھالے اگر نہ صرف دو ایک بلکہ کروڑ سے بھی ان نتایج قطعیہ یقینیہ کو توڑنا چاہیں۔ تو ہرگز یہ نتایج نہیں ٹوٹ سکیں گے۔ ہم ان بزرگ مفسروں کی خاطر کیونکر اون کے اون کلمات کو جو خلاف حقائق مشہودہ و محسوسہ کے ہیں مان سکتے ہیں مثلاً اگر کسی ڈاکٹر سے کوئی مقدس آدمی اس بات کا تذکرہ کرے کہ سم الفار ایسا زہر ہے کہ اگر دو دو سیر کے قدر بھی انسان کے بچوں کو کھلایا جاوے تو کچھ ہرج نہیں اور اسکا ثبوت یہ دے کہ فلاں مقدس کتاب میں ایسا ہی لکھا ہے تو کیا وہ ڈاکٹر صاحب اس مقدس کتاب۔ یعنی تفسیر کا لحاظ کر کے ایسا امر کو چھوڑ دینگے۔ جو قیاس استقرائی سے ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح سے یہاں خیال کرو کہ قبلھم من القرون کا لفظ اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ جہانتک تمہاری نظر تاریخی سلسلہ کو دیکھنے کے لئے وفا کر سکتی ہے اور گذشتہ لوگوں کا حال معلوم کر سکتے ہو۔ خوب سوچو اور سمجھو کہ کبھی یہ سلسلہ ٹوٹا بھی ہے۔ کیا تم کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہو کہ جب

آپ بیتی

گذشتہ اشاعت سے آگے

غرض انکا حضور کی طرف رجوع کرنا بڑی تقویت کا باعث ہو گیا اور ایک قلیل عرصہ میں ایک چھوٹی سی جماعت طیار ہو گئی ہے۔ اور شہر میں زور شور کے ساتھ اسکی شہرت ہونے لگی یہ وہ وقت تھا کہ ان مولویوں اور ملانوں کی اچھی طرح سے قلعی کھلنے لگی اور انکی اندرونی حالت کا پورا اظہار ہونے لگا جس کی وجہ سے حضور کیطرف کمال درجہ کا یقین بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ حضور کی خدمت میں خط لکھا گیا اور جسقدر لوگ اسوقت تک اس سلسلہ میں شریک ہوئے تھے ان سب کے دستخط لئے گئے بعد اس کے جو کچھ ان ملانوں کا حال دیکھا وہ احادیث کے موافق تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں پہلے سے بطور پیشگوئی بتا رکھی تھیں۔ عوام میں ایک خطرناک جوش ان کے دجل اور کذب سے پھیل گیا۔ اور اب یہاں کے مسلمانوں کے اسلام کا حال ایک نئے رنگ میں ظاہر ہونے لگا جس سے **ضرورت امام** پر میرا یقین ہو گیا اور حضور کی زیارت کا شوق دن بدن بڑھنے لگا۔

اسی فکر میں ہوا کہ کوئی اچھا رفیق مل جائے تو روانہ ہو آؤں۔ وہاں کے ایک مولوی جنسے زیادہ تعلق تھا اور جو بظاہر منافقانہ طریق پر چلتے جلتے بھی تھے مگر باطن میں پورا دشمن تھا جس سے میں ابتک ناواقف تھا اونکو ساتھ لانے کی صلاح ہوئی۔ وہ ترملکہڑی کی جامع میں رہتے تھے۔ جہاں میں گاڑی پر سوار ہو گیا اور حاجی بادشاہ صاحب کے مکان پر جو وہ بھی اندرونی احاطہ مسجد ہی میں واقعہ ہے ملاقات ہو گئی اور مذکور بادشاہ صاحب وہاں کے ایک مشہور اور نامی تاجر ہیں ان مولویصاحب نے ہماری مخالفت اختیار کرنے کے بعد وہاں اپنے قدم جمانے شروع کر دیئے۔ یہ بادشاہ صاحب بھی اگرچہ سخت مخالف تھے لیکن چونکہ قدیم سے ان کے بزرگوں کے ساتھ میرا کمال درجہ کا ارتباط تھا اس لئے بظاہر اون سے وہی سلوک قائم تھا اور ابتک بھی باقی ہے غرض وہاں ان مولویصاحب سے میں نے کہا کہ سب سے بہتر یہی بات ہے کہ تم میرا ساتھ دو اور میں آپکے ہر ایک قسم کے اخراجات کا کفیل اور ذمہ دار ہوں جو کچھ امتحان کرنا ہے وہاں جا کر کیا جاوے۔ اس میں بڑے بڑے فائدے ہیں روبرو جا کر جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں اس سے خلق خدا کو بھی فائدہ پہنچیگا۔ کیونکہ آجکل جو طوفان بے تمیزی پھیل رہا ہے اسی سے خلق اللہ کو نجات ہو گی اور میں نے آپ کو اس لئے تجویز کیا ہے کہ بظاہر آپ کے مزاج میں حق پسندی ہے اور تمہارے طالب علمی کے تعلق سے میرا یہ حسن ظن ہے پس آپ طیار ہو جائیں۔

جمعہ کے دن یہاں سے روانہ ہو جائیں گے مگر اون کو یہ کب منظور تھا۔ اون کو مخالفت میں اسوقت صریح فائدہ نظر آرہا تھا۔ غرض اونہوں نے انکار کر دیا اور میں واپس چلا آیا اور اسی خیال میں تھا کہ مولوی حسن علی صاحب مرحوم یاد آگئے اور وہ ان دنوں مدراس آنیوالے بھی تھے کیونکہ انجمن کی طرف سے سالانہ جلسہ کی دعوت آنکو ہوئی تھی اور اس انجمن کے در اصل بانی وہی ہی تھے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ بھاگلپور سے مولوی صاحب نکل چکے تھے اور یہاں دو مہینے کے لئے جلسہ ملتوی ہو گیا اس لئے مجھے یہ موقعہ خوب ہاتھ آیا۔ اور سی الفور میں نے بمبئی کی اپنی دوکان پر تار دیا کہ مولوی صاحب کو ٹھہراؤ۔ اور میں آتا ہوں۔ یہ تار دیکر میں بنگلور گیا اور رات کو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں ارادہ کر چکا ہوں اب تو عالم الغیب اور بہتر جانتا ہے میرے لئے جو بہتر ہے وہ مہیا کر۔ صبح کو میں حسب معمول ناشتہ کر کے گھر کے سامنے چبوترہ پر آکر بیٹھا کہ اسی وقت ڈاک والا آگیا اور اوس نے ایک چٹھی اور اوس کے ساتھ ایک رسالہ **الحق** دیا میں نے اس رسالہ کو کھولا تو میری نظر سب سے پہلے اس ہیڈنگ پر پڑی جو ایک "بھاری بشارت" سے موسوم تھا اور مضمون اس کا جھنڈے والے پیر صاحب کا واقعہ اور خلیفہ عبداللطیف اور عبداللہ عرب کا حضور اقدس میں حاضر ہونے کا تھا۔

غرض اوس کے بعد میرا عزم مصمم ہو گیا اور اسی روز شام کو مدراس اور دوسرے روز مدراس سے بمبئی روانہ ہو گیا اور مولوی حسن علی صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی اور چلنے کی بابت گفتگو ہوئی مولوی صاحب مرحوم نے حق مغفرت کرے جواب میں یہ فرمایا کہ میں آپکا ساتھ دینے کے لئے تو طیار ہوں مگر ایک شرط سے میں نے کہا وہ شرط فرمائیے اونہوں نے کہا کہ اس سفر میں جبتک آپکا اور ہمارا ساتھ ہے آپ نماز کی پابندی ملحوظ خاطر رکھیں بس یہی پہلی شرط ہے جسکو میں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ دوسرے روز علی گڑھ روانہ ہو گئے اور وہاں کے حالات پر غور کیا گیا تو یہ ایک دوسری دلیل ضرورت امام کے لئے ہاتھ آگئی یعنے دو نمونے دیکھے ایک تو اسٹریچی ہال جس میں یورپین انداز وضع کا نقشہ تھا جو زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ جو یہاں داخل ہو گا وہ ضرور ایک نہ ایک دن یورپین انداز کا جنٹلمین ہو جائیگا اور دوسرا نمونہ مسجد کا دیکھا جس کی ظاہری صورت یہ تھی کہ ایک دو پھٹے پرانے بوریئے اور دو چار ٹوٹے پھوٹے لوٹے گویا زبان حال سے اسکا یہ مضمون ادا ہو رہا تھا کہ جو میری طرف رکوع و سجود کے لئے مائل ہو گا اس کی بساط پھٹے بوریئے اور پھوٹے ہوئے لوٹے تک ہوگا آگے وہی یعنی اللہ غیر صلا (الّا اللہ)۔ غرض یہ دونوں نظارے بھی ایک عبرت لینے کے باعث میرے لئے ہوئی۔ پھر وہاں سے سیدھا قادیان شریف کا ارادہ ہوا۔ ہمارے مولوی صاحب نے بہت کچھ فال قرآن میں دیکھے اور استخارہ بھی کئے غرض ہر ایک پہلو پر بھی اونکو جواب لاکے چلے چلئے۔ غرض روانہ تو ہو گئے مگر مولوی صاحب کا شروع سے آخر تک یہی بیان رہا کہ مرزا صاحب بڑے نیک آدمی ہیں۔ مگر ان کا یہ دعوے ان کی ظاہری وجاہت سے بہت کچھ بڑھا ہوا ہے۔

میں اس کے جواب میں کہتا تھا کہ اب جو کچھ ہے وہاں پہنچکر ہی ہو گا جب امرتسر پہنچے تو وہاں مولوی محمد حسین کا کوئی چیلا مل گیا اور اوس نے مولوی صاحب کو بہت کچھ روکا اور بابو محکم الدین صاحب کی کوٹھی تک ہمارا پیچھا چھوڑا اور بڑے بد کی طرح لگا رہا اور وہاں پہنچکر بھی مولویصاحب تو اون کو نرم نرم جواب دیتے رہے اور وہ زیادہ گستاخ ہوتا چلا یہانتک کہ آخر مولویصاحب نے میرے پر حوالہ دیکر اپنی جان چھڑائی جب وہ میری طرف ہوا تو میری دو ہی جھڑکیوں سے گھبرا گیا اور پھر بیٹھ نہ سکا یعنے دفعہ ہو گیا غرض شب بھی وہاں گذاری اور صبح کو بٹالہ کی راہ لی اور جب وہاں پہنچے تو وہاں بھی ایک صدر راہ ہوا مگر زیادہ جرات نہ کر سکا اور ہم وہاں سے یکوں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے اور جوں جوں دار الامان سے نزدیک ہوتے گئے ویسے ہی دل پر ایک نیک اثر ہوتا گیا۔ یہانتک کہ دار الامان کا نظارہ نظر آنے لگا اور جامع مسجد مجھے تو ایک بقعہ نور نظر آتی تھی اس سال بارش کثرت سے ہوئی تھی اس لئے پہنچنے میں دیر ہوئی جب یہاں پہنچے تو میری اپنی یہ حالت تھی کہ ذوق اور محبت سے بھر گیا تھا اور عجیب و غریب لذت اپنے اندر محسوس کر رہا تھا غرض ہم قادیان پہنچے اور مولانا مولوی نورالدین صاحب کے مدرسہ اور مطب کے پاس یکے کھڑے ہو گئے اور ہم دو نو اوتر پڑے غروب آفتاب کا وقت تھا مولوی حسن علی صاحب نے مولوی نورالدین صاحب سے مجھے تعارف کرایا۔ اور میں اون سے مصافحہ کر کے پاس بیٹھ گیا اتنے میں کسی نے آکر خبر دی کہ وہ نیا مکان جو طیار ہوا ہے اسمیں ان مسافروں کا اسباب بھیجدو۔ مولوی حسن علی صاحب اسباب کے ہمراہ اس مکان کو تشریف لے گئے اور میں نماز عصر پڑھکر مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ حضرت اس نئے مکان میں آکر تشریف فرما ہوئے ہیں۔ تو میں یہاں سے اوٹھا اور جلد اس مکان میں داخل ہوا اور میری نظر حضور کے **چہرہ مبارک** پر پڑی میں حلفاً گذارش کرتا ہوں کہ حضور کا سراپا اسوقت ایک نور مجسم مجھے نظر آیا اور میں آنکھ بند کر کے حضور کی دستبوسی کرنے لگا اور جوش محبت کے ساتھ میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور حضور اوس کے بعد کمال مہربانی اور شفقت سے احوال پرسی فرماتے رہے اور میرا حال یہ تھا کہ اندر ہی اندر مولوی حسن علی صاحب کو ملامت کرتا تھا کہ اونہوں نے حضور کی ظاہری وجاہت کیا بتلائی تھی اور یہاں کیا کچھ نظر آرہا ہے اور منتظر تھا کہ حضور یہاں سے تشریف لیجائیں تو ان کی خبر پورے طور سے لوں یہ میرا خیال ہو چکا اور حضور اقدس و اشرف بھی اوسی وقت اندر تشریف لے گئے اور جونہی میں مولوی حسن علی صاحب کی طرف متوجہ ہوا سا اونہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہ وہ مرزا نہیں جنکو کچھ برس پہلے میں نے دیکھا تھا یہ تو کوئی اور ہی وجود نظر آرہا ہے۔ غرض کہ ظاہری وجاہت میں بھی حضور کی بہت کچھ ترقی اونہوں نے بیان فرمائی اور اوسی وقت کہدیا کہ بے شک اب یہ وہی نظر آرہے ہیں جسکا اونکو دعوے ہے۔ اور مجھے کہا

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم و سپرنٹنڈنٹ مطبع چھپکر شائع ہوا